الصلاح والفلاح

تالیف

بحر العرفان حضرت علامہ مفتی آفاق احمد مجددی دام ظلہ

مع

ھدایۃ الاذکیاء



ترجمہ

سید نور عالم مصباحی

ناشر

فروغ تصوف فاؤنڈیشن، الجامعۃ الاحمدیہ، قنوج

الصلاح و الفلاح

تالیف

بحر العرفان حضرت علامہ **مفتی آفاق احمد** مجددی، نقشبندی دام ظلہ

ترجمہ "ھدایۃ الاذکیاء الیٰ طریق الأولیاء"

سید نور عالم مصباحی

ناشر

فروغ تصوف فاؤنڈیشن، الجامعۃ الاحمدیہ، قنوج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب	:	الصلاح والفلاح
تالیف	:	بحرالعرفان حضرت علامہ مفتی آفاق احمد مجددی دام ظلہ بانی و مہتمم: الجامعۃ الاحمدیہ، قنوج
ترتیب وتخریج	:	سید نور عالم مصباحی ریسرچ اسکالر: شعبہ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۷ء/۱۴۳۸ھ
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰/ گیارہ سو
صفحات	:	۱۱۲
قیمت	:	۶۰/ روپے
تقسیم کار	:	فروغ تصوف فاؤنڈیشن، الجامعۃ الاحمدیہ، قنوج
بہ زر تعاون	:	الحاج محمد یعقوب و محمد ایوب صاحبان آفاقی شیخ محلہ، شہر سیوان، بہار

فہرست

دیباچہ

اس دور میں اسلام کا قریب قریب وہی حال ہو چکا ہے جس کو حضور دانائے غیوب ﷺ نے پہلے ہی بیان فرمادیا تھا، فرماتے ہیں:

یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه، و لا یبقی من القرآن الا اسمه، مساجدهم عامرة و هی خراب من الهدیٰ، وعلماهم شر من تحت ادیم السماء منهم تخرج الفتنة و فیهم تعود [۱] یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ صرف نام کا اسلام رہ جائے گا اور قرآن رسماً پڑھا جائے گا، ان کی مسجدیں آباد ہوں گی، مزین ہوں گی خوبصورت ہوں گی اور حال یہ ہوگا کہ ہدایت سے خالی اور ویران ہوں گی، ان کے علما ان لوگوں میں سب سے بدتر ہوں گے جو آسمان کے نیچے موجود ہوں گے، انہیں علما سے فتنے نکلیں گے اور انہیں میں لوٹیں گے۔

ہر ذی علم، ہوش مند بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ آج کے علما و مشائخ پر یہ حدیث کس قدر منطبق ہوتی ہے اور ان کے فتنوں کی وجہ سے آج قوم کا شیرازہ پارہ پارہ ہو رہا ہے، اجتماعیت ختم ہو چکی ہے، بندے ان اوصاف سے خالی عاری ہو چکے ہیں جو حضور صاحب خلق عظیم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پیدا کیے۔ اور پھر علما و مشائخ میں سے سرکار ﷺ کے سچے وارث و نائب آپ ﷺ کے اخلاق و اعمال اور اوصاف و فضائل کے حامل پیدا ہوتے رہے اور حسب استطاعت کام کرتے رہے۔ آج مادیت کے غلبہ نے روحانیت کو ختم کر دیا، اوصاف عالیہ کے حامل علما و مشائخ تقریباً ختم سے ہو چکے ہیں یعنی جو جامع اوصاف تھے اب ایسے کچھ ہیں جن میں خال خال کچھ اوصاف ہیں بھی تو انہیں دوسروں کی تربیت کی فکر نہیں اور نہ دوسروں کو ان سے اکتساب کا شوق۔

انسانیت کا چین و سکون، فلاح و صلاح جو کچھ بھی ہے سب صالح بندوں کے وجود سے ہے اور جب تک ایسے لائق اور اعلیٰ اوصاف و کردار کے حامل بندے تیار نہ ہوں گے انسانیت کو اس کی

۱۔ الفردوس للدیلمی، ۳۱۹/۲، بیروت

منزل نہیں مل سکتی ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے اصحاب میں، انھوں نے تابعین میں پھر بعد میں علماو مشائخ حضرات اپنی اپنی طاقت بھر کرتے تھے، جنہوں نے قرآن وسنت کی کامل پیروی کی اور ایسے صالح افراد کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے یہ بھی خیال رہے کہ صالحین اور مشائخ کی صحبتوں کی تاثیر سے جو تبدیلِ اوصاف ہوتی ہے وہ کتاب وسنت پڑھ کر نہیں ہوتی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے جو حکیمانہ طریقہ وضع کیا اور اس کے نفاذ کے لیے خانقاہیں بنوائیں، افراد تیار کیے۔ ہر ذی علم جانتا ہے کہ قرآن وسنت آج بھی اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہیں ان کا ترجمہ و تشریح کرنے والے بھی بہت ہیں، تعلیمات کو عام بھی بہت کیا جارہا ہے مگر پھر بھی بجائے اخلاق واوصاف عالیہ سے آراستہ ہونے کے بداخلاق وحیوان ہوتے جارہے ہیں۔اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ایسے مربی انسان نہیں رہے۔

اچھے اور اعلی اخلاق و اوصاف سے آراستہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ جانیں کہ اوصاف حمیدہ واخلاق حسنہ کیا ہیں؟ ان کے مقابل رذیلہ کیا ہیں؟ اخلاق رذیلہ سے پاک کس طرح ہوں اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کیسے ہوں؟ انہیں مقاصد کی خاطر اس امید کے ساتھ کہ ہم سے وابستہ اہل علم وفضل ہماری تحریر کو غور سے پڑھیں گے اور خود کو آراستہ کر کے دوسروں کو آراستہ کریں گے۔ چوں کہ بحمدہ تعالی ایک جماعت ذکر و فکر کی پابند ہو چکی ہے اور انہیں بزرگوں کے فیوضات وبرکات روحانی سے مناسبت ہو چکی ہے اس لیے مزید توقع ہے کہ یہ تحریر ان میں مہمیز کا کام کرے گی۔ اوصاف کو قرآن وسنت اور بعض حکایتوں سے مزید پراثر بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عام سادہ لوح انسان کو جو بری صحبتون سے متاثر ہو جاتے ہیں، بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ تصوف کا خاص مقصد قرآن وسنت کی خدمت خاص ہے اور انسان کن اوصاف سے آراستہ ہو کر صحیح انسان بن سکتا ہے، وہ کون سے اوصاف جو قرآن وسنت کو مطلوب ہیں؟

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی ھدانا الصراط المستقیم، و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا الله والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ الکرام

اللہ رب العزت جل وعلاارشاد فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۱]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اس کی جانب وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

مذکورہ بالا آیت میں تصوف کے چند بنیادی اصولوں سے آگاہ فرمایا گیا ہے:

۱۔ایمان: یہ ہر چھوٹے بڑے عمل کی قبولیت کا لازمی شرط ہے۔

۲۔ تقویٰ: یہ اپنے اندر بے پناہ جامعیت رکھتا ہے، جس کی آگے قدرے تفصیل آئے گی۔

۳۔وسیلہ اختیار کرنا: وسیلہ میں جہاں اور احتمالات ہیں وہیں سب سے قوی احتمال یہ ہے کہ اس سے مرشد کامل مراد ہے؛ کیوں کہ ایمان میں جملہ عقائد حقہ داخل ہیں اور تقویٰ میں جملہ اعمال صالحہ خواہ قالب (ظاہر) سے تعلق رکھتے ہوں یا قلب (باطن) سے۔ نیز اس میں ممنوعات و محظورات شرعیہ بھی داخل ہیں۔ تقویٰ کی اہم شاخ شرعی محظورات سے خود کو بچانا ہے۔اب ظاہر ہے کہ قرب خداوندی کے حصول کے لیے یہ تیسری چیز جو لازم وضروری ہے وہ ہے مرشد کامل (مرشد سے بیعت کے بعد)

۴۔چوتھی چیز اللہ کی راہ میں مجاہدہ: یہ چاروہ امور ہیں جن پر فلاح کا دارومدار ہے۔

۱۔ سورۃ المائدۃ:۵/۳۵

ایمان سے مراد:

ان تمام امور کی تصدیق ہے جو انسان کو مومن بناتے ہیں۔ اجمالی طور پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کے معنی کی تصدیق ہی کافی ہے۔ تفصیل کے لیے ضروری ہے کہ آپ جانیں کہ اللہ کے لیے کیا کیا واجب ہے؟ کیا کیا جائز ہے؟ اور کیا کیا محال ہے؟ اسی طرح انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بارے میں مذکورہ امور جانیں۔ یوں ہی آخرت کے تعلق سے بالتفصیل علمائے متکلمین نے بیان فرما دیا ہے۔ جس نے ان عقائد کو جان لیا اور مان لیا وہ سنی مسلمان ہے۔ صحیح معرفت خداوندی صرف ان مومنوں کو ہوتی ہے جو جملہ ان عقائد کے پابند ہوں جو مسلمان کو سنی بناتے ہیں اور ان میں کسی ایک یا بعض کا انکار و تکذیب سنیت سے خارج کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نہ کافر کو معرفت حقہ معلوم ہو سکتی ہے، نہ ضال مضل اور بدعتی کو۔ یہ تو وہ امور ہیں جن پر نجات ابدی منحصر ہے اسی لیے جن کو علمائے اہل سنت نے کافر نہیں کہا؛ بلکہ گمراہ و بدعتی کہا یہ بھی اپنے عقائد کی خرابی کی وجہ سے دوزخ میں ضرور جائیں گے۔ اس خرابی کے ہوتے ہوئے نہ انہیں معرفت برہانیہ حاصل ہے نہ معرفت کشفیہ حاصل ہو سکتی ہے۔

حکیمانہ و مشفقانہ طریقہ:

رسول اکرم ہادی معظم ﷺ نے جو حکیمانہ طریقہ ایمان کے تعلق سے اختیار فرمایا وہ سراسر رحمت و شفقت پر مبنی ہے۔ جو اہل علم ان آیات سے واقف ہیں جو خاص مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تین چیزوں پر زور دیا گیا ہے: (۱) ایمان باللہ وحدہ پر، (۲) ایمان بالرسول پر، (۳) بعث بعد الموت پر یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر۔ بعد میں پھر قدرے تفصیل ہوئی اور اس میں ملائکہ، جملہ انبیا و رسل، کتب الٰہیہ، یوم آخرت یعنی قیامت کو داخل کیا گیا۔ سرکار مدینہ ﷺ اکثر ان لوگوں کو جو کفر و شرک کے ظلمت کدہ سے نکل کر آتے ایمان اجمالی یعنی الوہیت و رسالت کی تصدیق پر اکتفا فرماتے اور

ان سے اقامت صلاۃ، ایتاء زکوۃ اور النصح لکل مسلم یعنی ہر مسلمان کی بھلائی چاہنے پر بیعت لیتے۔ بعد میں رفتہ رفتہ تفصیلات نازل ہوئیں۔

متقدمین و اسلاف نے قرآن سنت میں وارد کچھ مشتبہات میں کسی تاویل کی طرف توجہ نہیں فرمائی، بس اس پر قناعت کی کہ اللہ و رسول کی جو بھی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ صوفیہ کرام نے عام اہل ایمان سے گناہوں سے توبہ کے تعلق سے مریدوں کو بوقت بیعت بھی یہی طریقہ اپنایا اور اجمالی طور پر قناعت فرمائی۔ پھر اعمال صالحہ کی طرف انھیں رفتہ رفتہ کھینچا اور تدریجاً انہیں کبائر و صغائر کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا اور ہر ایک سے پاک کرنے کی کوشش کی۔

علمائے اعلام نے ان اقوال و افعال میں جن میں کفر قطعی کا حتمی فیصلہ نہ کر پائے بس یہ فرمایا کہ ہم نہ مسلمان کہتے ہیں نہ کافر جیسے احناف کا مسلک یزید کے تعلق سے اور امام احمد رضا قدس سرہ کا مسلک اسماعیل دہلوی کے تعلق سے نیز حسام الحرمین میں جن پر کفر کا فتوی رہا ان کو برسہا برس پہلے سمجھایا اور ان کی عبارتوں کی شاعت سے انہیں آگاہ کیا جب وہ کسی حال میں اقرار واعتراف پر آمادہ نہ ہوئے تب ارتداد کا فتویٰ دیا۔

اگر آج ہمارے اہل علم قرآن و سنت کے اس طریقہ پر عمل کریں تو بہت سی الجھنوں اور اخروی بڑے خطرات سے بچ جائیں گے۔ عام لوگوں کی علوم دینیہ سے دوری، علمائے حق کی صحبتوں سے محرومی، خود عام علما کی دعوت و تبلیغ سے دوری، وہابیت و نجدیت کے شیوع و عموم اور اسی طرح دیگر فرق باطلہ کے پھیلاؤ نے عوام کے تعلق ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ ان کے سنی یا غیر سنی ہونے کا حتمی فیصلہ مشکل ہے۔ اس تعلق سے چند باتیں ملحوظ رہیں:

۱۔ **سیرت:** اس تعلق سے سیرت نبوی کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور اسی پر عمل کیا جائے۔ حضور رہبر عالم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا اس تعلق سے ایک خاص پہلو وہ ہے جو ہم نے پڑھا کہ ایمان اجمالی پر اکتفا فرماتے اور پھر اعمال صالحہ کی ترغیب و تاکید فرماتے۔ یوں بندے

دھیرے دھیرے مستحکم ایمان کے حامل ہو جاتے، رفتہ رفتہ تفصیلات سے آگاہ ہو جاتے اور آپ کے فیضان صحبت و خلوص کے ساتھ اعمال صالحہ کی بجا آوری سے نور ایمان رگ رگ میں سرایت کر جاتا۔ آج اگر اسی کو اختیار کر لیا جائے، اور ان بھولے بھالے کلمہ گویوں سے جنہیں فرق باطلہ کی عقائد فاسدہ یا ان کی کفریہ و قبیح عبارتوں کا کچھ پتہ نہیں انہیں نہ چھیڑا جائے، نہ دوسرے کے بارے میں زیادہ پوچھ گچھ کی جائے، بلکہ پہلے ان کے دلوں میں گھسا جائے اور کسی طرح انہیں خود سے جوڑ لیا جائے پھر رفتہ رفتہ ان کی تربیت کی جائے اور قلوب و نفوس کی گندگی دور کی جائے تو مثبت نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس تعلق سے کچھ احادیث بھی ملحوظ رکھی جائیں۔

۱۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دونون باپ بیٹے رسول اللہ ﷺ کے چہیتے تھے ایک بار کچھ مجاہدین کے ساتھ جہاد پر نکلے، ایک چرواہا ملا اس نے آپ کو دیکھ کر کلمہ پڑھا حضرت اسامہ نے یہ خیال کر کے کہ اس نے دل سے نہیں، بلکہ خوف سے کلمہ پڑھا ہے، قتل کر دیا۔ جب بارگاہ نبوت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا تو حضور ﷺ نے اس قدر اظہار ناراضگی فرمایا کہ حضرت اسامہ فرماتے ہیں: کاش میں اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوتا! انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس نے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: هلا شققت قلبه؟ تم نے اس کا دل کیوں نہیں چیر لیا؟[۱]

۲۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی ایک جماعت نکلی ایک قوم کے پاس پہنچے۔ ان لوگوں نے جئنا جئنا یعنی ہم دین سے نکلے کہنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد نے قتل کرنا شروع کر دیا اور ساتھیوں سے کہا کہ اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کر دو۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ جب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا، آپ نے اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد:۱، ص:۹۶، احیاء التراث العربی، بیروت

اللھم انی ابرء مما صنع خالد[۱] اے اللہ! میں اس سے برأت ظاہر کرتا ہوں جو خالد نے کیا۔

۳۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے رؤسا مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں سرکار ﷺ کے جنگی ارادہ سے انہیں واقف کیا تھا، ایک عورت کو خط دے کر روانہ کر دیا، حضور دانائے غیوب ﷺ کو علم غیبی کے طور پر معلوم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کے ساتھ روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ 'روضہ خاخ' میں ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کا خط ہے اور خط کی تفصیل سے آگاہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ نے روضہ خاخ میں پکڑ لیا، بمشکل تمام دھمکی کے بعد اس نے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر دیا۔ یہ بظاہر ایک سنگین جرم تھا اور کھلی ہوئی بغاوت تھی۔ مگر مشفق کریم آقا نے حضرت حاطب کو بلایا اور انہیں جرم و بغاوت سے آگاہ فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے تعلق سے جلدی نہ فرمائیں۔ میں نہ اسلام سے باغی ہوا اور نہ مرتد۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جتنے بھی مہاجرین ہیں سب کے مکہ میں قرابت دار موجود ہیں جو قرابت کی حفاظت و حمایت کرتے ہیں، مگر میرا کوئی نہیں۔ میں نے سوچا یہ احسان ان پر رکھ دوں تاکہ میرے قرابت کے تعلق سے نرم رویہ رکھیں اور حفاظت کریں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ سرکار علیہ السلام نے منع فرمایا اور ان کا عذر قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: انہیں چھوڑ دو یہ بدری صحابی ہیں اللہ تعالی سب کو جانتا ہے پھر اس نے سارے شرکاے جنگ بدر کی مغفرت کا اعلان فرما دیا۔[۲]

روایات تو اس تعلق سے متعدد جمع کی جا سکتی ہیں، ہم بخاری شریف کی ان تینوں روایتوں پر اکتفا کرتے ہیں جن سے موجودہ حالات کے عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بہت

۱۔ بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ خالد بن الولید الی بنی جذیمہ رقم: ۴۰۸۴

۲۔ از بخاری ملتقطاً، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۲۵

کچھ سبق لیا جا سکتا ہے۔

۲۔اس تعلق سے علما کے ساتھ ساتھ صوفیہ کرام کی روش کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے اور جن بزرگوں کی ولایت و عظمت سب کے نزدیک مسلم ہو چکی ہے انھیں دیکھا جائے کہ انھوں نے کفار و مشرکین اور بد عمل مسلمانوں کی کس طرح اصلاح کی اور کیسی روش اختیار فرمائی۔ علما کے بعد محققین صوفیہ واولیاے کرام رضی اللہ عنہم کی خدا رسیدگی اور کشف والہام کے ذریعہ باطنی سرائر کے ادراک پہ دسترس اور ہر کام میں مرضی الٰہی جاننے کے بعد عمل میں لانا تقریباً مسلمات میں سے ہے۔

۳۔ فرق باطلہ کے افراد واشخاص بدعت و ضلالت سے مختلف ہوتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو نہایت راسخ اور عقائد باطلہ کے حق ہونے پر یقین کامل رکھتے ہیں اور دوسروں کو ان کی دعوت بھی دیتے ہیں ان کے چہروں کی نحوست ان کے باطن کی غماز ہو جاتی ہے ایسے افراد پر محنت لا حاصل اور ان سے دوری ہی مناسب ہے۔ بات صرف ان لوگوں کی ہے جو حق و باطل میں تمیز نہیں رکھتے ان کے عقیدے وہ ہیں جو عام طور پر اہل سنت کے ہیں یعنی سنی ہونے کے لیے جو امور ضروری ہیں اور جنہیں ضروریات اہل سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ صرف اس لیے ہیں کہ وہ کچھ دین سکھاتے ہیں اور ان کی بری صحبت کی وجہ سے وہ معمولات اہل سنت کے عامل نہیں ان کے علاوہ کچھ بلکہ بہت کثیر وہ ہیں جو اہل حق کے بہت قریب ہیں اور معمولات کے بھی عامل ہیں لیکن دوسروں سے خلط ملط رکھتے ہیں۔

۴۔ اس طرح کے بگڑے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ہماری آج کی تقریریں اور جلسے کافی نہیں ہیں؛ بلکہ پیشہ ور مقرروں کی تقریریں اور ناسمجھ لوگوں کے بیانات اس طبقہ کے لیے زہر ہلاہل ہیں یہ گرتوں کو تھامنے کا کام نہیں کرتے بلکہ اور گراتے ہیں۔ اس کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ مخالفین کے دعوتی طریقہ سے تفصیلی طور پر آگاہ ہوں اور ان کے مقابل ان سے بہتر لائحہ تیار کریں اور میدان عمل میں اتریں اور خود کو متحد کر کے کام کے افراد

منتخب کریں، جو جس محاذ پر کام کر سکتا ہے اسے اس محاذ پر لگائیں، ان کی بھرپور امداد کریں اور معاشی ضروریات سے انہیں فارغ کر دیں۔ یہ چیز کافی تفصیل طلب ہے ہم دوسری جگہوں پر اس تعلق سے تحریر کر چکے ہیں لہٰذا اسی پر بس کرتے ہیں، عقل مند اہل علم اور اصول دعوت سے آگاہ افراد اس سے بھی بہت حد تک کام کے طریقے سمجھ سکتے ہیں بلکہ بعض افراد اس بارے میں بہت کچھ تفصیل سے لکھ رہے ہیں، مگر لکھنے کے ساتھ ساتھ میدان عمل میں اترنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ جس علم کا تعلق عمل سے ہے وہ عمل سے ہو سکتا ہے۔ اس تعلق سے مفید کام کے لیے تصوف و روحانیت کی اشد ضرورت ہے اور اصلاح قلوب و نفوس بڑے پیمانے پر کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرے دعوت و تبلیغ میں نہایت مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اتنی بڑی آبادی پھر مخالفین کا اس میدان میں برسہا برس سے کام کرنا، ان کا پھیلاؤ اور ان کی سازشیں چاہتی ہیں کہ اذہان وطبائع اور صلاحیتوں کے اندازے سے مختلف محاذوں کے لیے مختلف داعیوں کی ضرورت ہے، ہم دیگر تحریروں میں اس تعلق سے کافی کچھ لکھ چکے ہیں۔ خیال رہے کہ قلوب و نفوس کی صحیح اصلاح وہی کر سکتے ہیں جو مدارج سلوک طے کر چکے ہوں اور ارشاد و اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ آج کل ایسے بندے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ ہم یہاں بزرگوں کے چند خاص وصایا سپرد قلم کرتے ہیں جن کو جاننے کے بعد ان پر عمل کر لیا جائے تو کافی حد تک انسان صالح ہو سکتا ہے۔ معلوم رہے کہ اس دور میں جب کہ مشائخ کاملین ناپید سے ہیں اگر کوئی شیخ کامل ہاتھ نہ آئے تو بزرگوں کے روحانی فیوضات و برکات کس طرح حاصل کریں اور تصفیہ قلب و تزکیہ نفس حاصل کرنے کی کیا صورت ہے اس پر ایک رسالہ علیحدہ تحریر کر دیا ہے۔ یہاں جو کچھ ذکر کریں گے اکثر حصہ روحانیت کے حصول کے اساس کی حیثیت رکھے گا۔

تقویٰ:

لغت میں تقویٰ 'وقی، یقی' کا مصدر ہے اس کے معنی منع کرنے روکنے کے ہیں تقی یعنی صاحب تقویٰ جو خود کو شہوات نفس سے روکتا ہے اس لیے اسے تقی اور متقی کہتے ہیں، بعض علما

فرماتے ہیں باعتبار لغت تقویٰ خود کو ان تمام چیزوں سے بچانے کا نام ہے جو دین و دنیا کے لیے مضر اور نقصان دہ ہوں، اصطلاح شریعت میں ماموراتوں کو بجالانا اور ممنوعات سے دور رہنا تقویٰ کہلاتا ہے۔

بعض نے ظاہر و باطن کی قید بڑھایا یعنی ماموراتوں کو بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا ظاہراً میں اور باطناً بھی اس کا خلاصہ یہ کہ مامورات و ممنوعات ایک وہ ہیں جن کا تعلق قالب یعنی ظاہر سے ہے۔ ظاہری مامورات مثلاً نماز، روزہ وغیرہ طاعات وعبادات، ان کا تعلق بدن کے ذریعہ ادائگی سے ہے، ممنوعات جیسے جھوٹ، غیبت، چغلی، زنا، لواطت وغیرہ۔

حضرت قاضی بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت میں خود کو ان تمام چیزوں سے بچانا جو آخرت میں نقصان دہ ہوں تقویٰ ہے۔[۱]

دوم: وہ ہیں جن کا تعلق قلب یعنی باطن سے ہے باطنی مامورات جیسے حب الٰہی، حب رسول ﷺ، اچھی نیک نیتیں وغیرہ ان سب کو بجالانا اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور ہیبت و خشیت کا شعور رکھتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے اور باطنی ممنوعات جیسے حسد، بغض، حب دنیا وغیرہ۔

تقویٰ کے فوائد ومنافع آخرت تک محدود نہیں دنیا میں بھی بے شمار حاصل ہوتے ہیں اگر تقویٰ کا اعلیٰ درجہ بندے کو حاصل ہو جائے تو اس کی اخروی برکتوں کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔

فوائد ومنافع:

قرآن مجید نے تقویٰ کے جن فوائد ومنافع کی طرف رہنمائی فرمائی اس سے بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ تقویٰ ہر سعادت کی اساس اور بنیاد ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: لا معين إلا الله و لا دليل الا رسول الله ولا زاد إلا التقوى ولا عمل إلا الصبر عليه

۱۔ بیضاوی، جلد:۱، ص:۲۵

ترجمہ: مددگار نہیں مگر اللہ تعالیٰ،ہادی ورہبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور (آخرت کا) توشہ نہیں مگر تقویٰ اور عمل نہیں مگر عمل پر صبر۔"

مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مرض، عافیت، فقر اور غنا وغیرہ کے ذریعہ آزماتا ہے اگر بندے نے اعمال کی مشقت پر صبر کر لیا تو اسے ثواب دے گا اور اگر نعمتوں پر شکر کیا تو ثواب دے گا خلاصہ یہ کہ دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی نہیں مگر اس کو تقویٰ کے ذریعہ پایا جاسکتا ہے ہے اور دنیا وآخرت اور ظاہر وباطن کا کوئی شر نہیں مگر تقویٰ سے اسے دفع کیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اولین کے لیے بھی ہیں اور آخرین کے لیے بھی اور مزید چند فوائد ومنافع کے لیے مندرجہ ذیل آیات غور سے پڑھیے۔

چند آیات:

۱۔ اللہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ [۱]

ہم نے انہیں وصیت کی جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو کہ اللہ سے ڈرو یعنی تقویٰ اختیار کرو۔

قرآن پاک نے تقویٰ کی تاکید کو وصیت سے تعبیر فرمایا اور تمام اگلوں پچھلوں کو وصیت فرمائی، اس تعبیر اور عموم سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی قدر وقیمت اور بندوں کی بھلائی کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

۲۔ دوزخ سے نجات میسر آتی ہے "ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا" پھر ہم ارباب تقویٰ کو نجات دیں گے۔[۲]

۳۔ متقی حضرات کو اللہ کی معیت (خاصہ) حاصل ہوتی ہے "وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

۱۔ سورۃ النساء: ۴/ ۱۳۱

۲۔ سورۃ مریم: ۱۹/ ۷۲

الْمُتَّقِيْنَ ۱؎

۴۔ اہل تقویٰ کو اللہ تعالیٰ مصیبتوں، تکلیفوں اور شدائد سے نکال دیتا ہے اور وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں گمان بھی نہیں پہنچتا ہے ارشاد ہے:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۲؎

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں بندے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔"

۵۔ آسانی دیتا ہے "وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا" ۳؎

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے لیے وہ اس کا معاملہ آسان کر دیتا ہے۔

۶۔ تقویٰ سے گناہوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے اور اجر عظیم نصیب ہوتا ہے۔" وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا" ۴؎

جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں اس سے دور کر دیتا ہے۔ (نیکیوں میں بدل دیتا ہے) اور اس کے اجر کو بڑا کرتا ہے۔

۷۔ تقویٰ اختیار کرنے پر جنت کے باغات اور نہروں کا وعدہ ہے "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۵؎ بلاشبہ متقی حضرات جنتوں اور نہر میں ہوں گے۔

۸۔ دنیا اور آخرت میں کرامت دیتا ہے اور جتنا بڑا تقویٰ اتنی بڑی کرامت "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" ۶؎

۱۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۹۴
۲۔ سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۲،۳
۳۔ سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۴
۴۔ سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۵
۵۔ سورۃ القمر: ۵۴/ ۵۴
۶۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۳

بیشک تم میں سب سے زیادہ کرامت اور بزرگی والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

اس میں کرامت کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے اموال و انساب سے نہیں، بد عمل، نسبتوں پر فخر کرنے والے اور خطاؤں پر مطمئن رہنے والے عبرت حاصل کریں نیز غیر اعلیٰ نسب دینداروں کو حقیر سمجھنے والے نصیحت پکڑیں۔

۹۔ ولایت وبزرگی کا اساس تقویٰ ہے، غیر متقی کو ولایت نہیں خواہ وہ اولیا کرام کی اولاد میں ہی گدی نشین یا جبے قبے والا ہو "اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" [۱]

اللہ تعالیٰ کے ولی صرف متقی حضرات ہیں، مگر اکثر کو پتا نہیں۔ نیز فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ" [۲]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیا وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔"

معلوم ہوا نہ کوئی کافر ومشرک ولی ہو سکتا ہے نہ بد عمل۔

۱۰۔ قرآن سے ہدایت متقی حضرات ہی پاتے ہیں "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" [۳]

یعنی کتاب الٰہی متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔

معلوم ہو کہ علماے تفسیر نے عام طور پر 'متقین' کے معنی الصائرين إلى التقوى، لیے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ متقی وہی ہو گا جو ہدایت یافتہ ہے تو اس کے لیے قرآن کا ہدایت ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ مراد لیا جائے کہ جن کی تقدیر میں سعادت تقویٰ لکھ دی گئی ہے اور وہ بالآخر متقی ہونے والے ہیں وہی قرآن سے ہدایت پاتے ہیں یعنی اس پر عمل کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ متقی ہو جاتے ہیں تو قرآن کا نفع در حقیقت انھیں لوگوں کو نصیب ہوا اور در حقیقت قرآن انہیں کے لیے ہدایت ہوا فقیر مجددی عفی عنہ کی ناقص رائے میں ایک اور لطیف

۱۔ سورۃ الانفال: ۸/ ۳۴

۲۔ سورۃ یونس: ۱۰/ ۶۳

۳۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۲

معنیٰ مراد لیے جاسکتے ہیں وہ یہ کہ تقویٰ کے بھی مدارج ہیں اور ہدایت کے بھی بے شمار مدارج و مقامات ہیں قرآن مجید کا ظاہر و باطن ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں، نیکیاں دوسری اعلیٰ نیکیوں تک لے جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر عمل صالح باطن کی تعمیر کا سبب بنتا ہے ظاہر اور باطن سے اہل علم جس حد پر پہنچتے ہیں وہاں سے نئے علوم و معارف پر مطلع ہوتے ہیں۔ ولایت کے بے شمار درجات میں یہ حق سبحانہ کا لامتناہی سلسلہ ہے ہر نئی منزل نئی ہدایت ہے اور نیا تقویٰ ہے یہ سب باتیں قرآن و سنت اور ارشادات علماء سے ماخوذ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ جس قدر اعلیٰ تقویٰ کی طرف جاتا ہے اسی قدر وہ قرآن کے فیض ہدایت سے مستفیض ہوتا جاتا ہے۔

تفسیر بیضاوی وغیرہ میں تقویٰ کے بے شمار درجات و جزئیات کو تین کلیات میں بیان فرمایا گیا:

۱۔ کفر و شرک کی ظلمتوں سے خود کو صاف کر کے نور ایمان سے روشن کرنا۔

۲۔ محرمات اور کبائر حتیٰ کہ بعض کے نزدیک صغائر (شریعت میں یہی متعارف ہے) کے ارتکاب سے کامل اجتناب اختیار کر لینا۔

۳۔ ظاہر و باطن کو اس قدر معمور و پر نور کر لینا کہ غیر حق کی یاد سے اور غفلت سے قلب بالکلیہ پاک وصاف ہو جائے اور سیر الی اللہ پھر سیر فی اللہ کے مدارج طے کرنے لگے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے بالترتیب یہ مدارج اخذ کیے گئے ہیں۔

(الف) وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى [1]

اس سے درجہ اولیٰ مراد ہے۔

(ب) وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا [2]

۱۔ سورۃ الفتح: ۲۶/۴۸

۲۔ سورۃ الاعراف: ۹۶/۷

(ج) يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ۱؎

اس میں سب سے اعلیٰ درجہ مراد ہے۔

۱۲۔ عمل اس وقت مقبول ہوتا ہے جب کہ تقویٰ کے ساتھ ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۲؎

یعنی اللہ تعالیٰ متقین حضرات سے قبول فرماتا ہے۔

لطیفہ:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے صدقہ دیا یا نیاز دلائی پھر دل میں خیال آیا کہ پتہ نہیں مقبول ہوا کہ نہیں کیوں کہ متقی حضرات کا قبول ہوتا ہے اور میں متقی ہوں نہیں تو آپ کو الہام ہوا کہ تمھارا صدقہ قبول ہے اور تم متقیوں سے ہو۔

۱۳۔ تقویٰ اور عمل کے درجات ہیں بعض، بعض سے اعلیٰ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اَحۡسَنُوۡا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۳؎

ترجمہ: جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تین درجوں میں ثابت کیا اور چوتھا درجہ احسان قرار دیا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا" یہ ایمان کا پہلا درجہ ہے کہ ان کو مومن قرار دیا۔ پھر فرمایا: "اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" یہ ایمان کا دوسرا درجہ ہے جو اول سے

۱۔ سورۃ آل عمران: ۱۰۲/۳

۲۔ سورۃ المائدہ: ۲۷/۵

۳۔ سورۃ المائدہ: ۹۳/۵

اعلیٰ ہے اس کے ساتھ تقویٰ اور اعمال صالحہ کو ملایا پھر فرمایا: ''ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا'' یہ تیسرا درجہ ہے جس کے ساتھ تقویٰ لازم ہے پھر فرمایا: ''ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا''

پس پہلا ایمان بلا تقویٰ جو محض کلمہ طیبہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی تصدیق سے حاصل ہوتا ہے قبول شرائط کے ساتھ۔ دوم ایمان شرائع پر عمل کے ساتھ یہ اول سے اعلیٰ ہے کیوں کہ اس میں تقویٰ یعنی محرمات سے اجتناب کے ساتھ جس میں رخصتوں اور تاویلات پر عمل ہو اور تیسرا ایمان تیسرے درجے میں جس کے ساتھ بھی تقویٰ ہے بعض شبہات سے احتراز، عزائم کا اختیار اور رخصتوں اور تاویلات سے بچاؤ کے ساتھ پھر چوتھا درجہ عالم احسان کا ہے جو ایمان بالغیب سے بلند ہے یہ عالم ایقان ہے جو مشاہدات کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے اس درجہ میں بھی تقویٰ کو ثابت کیا ہے یعنی جس میں بندہ ماسوائے حق سبحانہ سے قلب کو پاک کرلے (ماخوذ از رسالہ مکیہ)

کمال تقویٰ کا حصول:

کمال تقویٰ کا حصول اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و ثمرات حقیقتاً بندے کو اس وقت میسر آتے ہیں جب کہ وہ شہوات نفس کی پیروی سے مکمل دست بردار ہو جائے جب کہ تزکیہ کر کے نفس امارہ کو اس کی جبلی و طبعی شرارتوں سے پاک کرلے، ہر قول و عمل صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعظم ﷺ کے اتباع کی نیت سے ہو اسی پر جنت کا دعویٰ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى [1] اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ رب کی رضا کے مطابق عمل کرے اپنی خواہش پر نہیں۔ آیت میں 'ھویٰ' کا لفظ ہے جو لغت میں محبت کے معنی میں آتا ہے۔ شریعت میں مخالف شرع چیز کی

۱۔ سورۃ النازعات: ۷۹/۴۰

طرف نفس کے مائل ہونے کا نام ہے۔ ساری شرارتوں کی جڑ یہی اتباع ہوائے نفس ہے جیسا کہ تقویٰ ساری سعادتوں کی بنیاد ہے اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا:

مجھے اپنی امت پر سب سے بڑا خوف اتباع ہویٰ اور طول امل کا ہے لیکن اتباع ہویٰ تو وہ حق سے دور رکھتا ہے لیکن طول امل (لمبی امیدیں) تو وہ آخرت کو بھلاتی ہیں (بیہقی) [۱]

نیز دوسری چیز یہ کہ جس طرح شہوات آدمی کے خون اور گوشت میں مخلوط و ممتزج ہوتی ہیں اسی طرح شیطان کی سلطنت وغلبہ بھی انسان کے خون وگوشت میں سرایت کیے ہوئے ہوتا ہے اور قلب کو اس کے تمام جوانب سے محیط ہوتا ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''بیشک شیطان ابن آدم میں خون کی طرح جاری ہوتا ہے۔'' [۲]

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی (ہوتی ہے) اور دنیا کو دین پر اختیار کیا جارہا ہے اور ہر آدمی اپنی رائے میں مگن ہے تو قیامت کا انتظار دیکھنا۔

ہوائے نفس کی قید سے آزاد کرنے والا تزکیہ نفس جو مشائخ کاملین کی صحبتوں اوران کے تصرفات ومجاہدات سے حاصل ہوتا تھا اب ایسے کاملین رخصت ہوگئے خانقاہوں نے اپنا اصل کام کرنا چھوڑ دیا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کا کام بند ہو گیا تو ہر طبقہ میں اہواء نفس غالب آگئیں اور مذکورہ حدیث میں بیان شدہ چاروں علامتیں آج عوام وخواص میں پائی جارہی ہیں آج دین کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اور آپس میں جو بھی انتشار واختلاف اور فساد پایا جارہا ہے سب ہوائے نفس کی اتباع کا نتیجہ ہے۔

تیسری چیز جو آخرت کے سالک وطالب کے لیے از بس ضروری ہے وہ شریعت، اور حقیقت کو جمع کرنا ہے۔

۱۔ کفایۃ الاتقیاء، ص:۸

۲۔ بخاری، کتاب الاحکام، رقم الحدیث:۷۱۷۱

علما فرماتے ہیں کہ حقیقت بلا شریعت باطل اور شریعت بلا حقیقت عاطل پہلے آدمی کی مثال مثلاً آپ کسی سے کہیں کہ نماز پڑھا کرو جواب میں کہے کہ نماز کی کوئی حاجت نہیں اگر میں ازلی طور پر سعید اور نیک بخت ہوں گا تو جنت میں جاؤں گا اگرچہ نماز نہ پڑھوں ورنہ دوزخ میں اگرچہ نماز پڑھوں۔ دوسرے کی مثال، مثلاً کوئی شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا عمل نہ ہوتا تو میں جنت میں کیونکر داخل ہو سکتا یہی شریعت کے عاطل ہونے سے مراد ہے کہ اس کا وجود عدم کی طرح ہے کیوں کہ دخول جنت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

شریعت، طریقت، حقیقت:

علما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کو کرنے اور بجالانے کا حکم دیا اور جن سے منع کیا یعنی مامورات ومنہیات کا نام شریعت ہے اور ان پر عمل کرنا طریقت اور بواطن امور پر نظر رکھنا اور اپنے افعال کو اللہ کی طرف سے دیکھنا حقیقت ہے۔

الحمد شریف کی ان آیات ’’اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ میں اول میں شریعت کے ظاہر کی اور دوم ’’اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ میں حقیقت کی رعایت کی گئی ہے؛ کیوں کہ اول میں کسب ظاہر کی طرف نظر ہے جو کہ بندہ کا فعل ہے اور بندے کا اپنی طاقت وقوت سے اظہار برأت اس چیز کا شہود ہے کہ فعل صرف اللہ تعالیٰ کی معونت ومدد سے پورا ہو سکتا ہے غرضیکہ بندہ جملہ مامورات ومنہیات پر عمل کرے لیکن یہ نہ سمجھے کہ اس کا عمل ہی اسے نجات دے سکتا ہے اور وہی جنت میں داخل کر سکتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو جنت نہ ملتی بلکہ عمل سے صرف امر الٰہی بجالانا اور سنت کی پیروی مقصود ہو، فرمانِ الٰہی ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ [۱] اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

۱۔ سورۃ الزمر: ۲/۳۹

اگر عمل پر ثواب دے تو اس کا فضل محض اگر عذاب دے تو عدل محض دین پر عمل کرنا شریعت اور جملہ اعمال وافعال میں عزیمت اور احوط (زیادہ محتاط) کو اختیار کرنا طریقت ہے (بندے کو چاہیے کہ وہ رخصتوں پر عمل نہ کرے بلکہ ورع اختیار کرے) اور سالک کا مقصود تک پہنچ جانا یعنی معرفت الٰہی اور نور تجلی کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے بعض نے فرمایا کہ حقائق اشیاء کی فہم اور سمجھ جیسے اسما وصفات کا شہود اسی طرح اسرار قرآن اور اسرار معنی وجواز کی فہم اور ان علوم غیبیہ کی فہم جن کو کسی معلم سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، حقیقت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ایک اور لطیف اور جامع فرق شریعت، طریقت اور حقیقت میں بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ مثلاً جھوٹ ممنوع ہے اسے زبان سے نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے نفی کرنا اگر بہ تکلف ہو تو طریقت ہے اور بلا تکلف ہو تو حقیقت ہے اس کے جامع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء کرام دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) ارباب کشف وشہود (۲) غیر ارباب کشف۔ پہلی قسم کے حضرات تو غیبی انوار وفتور کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور نور تجلی کو بھی باطنی حس سے دیکھ لیتے ہیں لیکن دوسری قسم کے لوگ باوجودیکہ شریعت وطریقت وحقیقت کے جامع ہوتے ہیں مگر پھر بھی مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں اسی طرح بہت سے لوگ درجہ ولایت پر فائز ہوتے ہیں مگر اسرار قرآن اور اسرار منع وجواز کی فہم انھیں حاصل نہیں ہوتی ہے۔ متقدمین صوفیہ کثرت مجاہدات وریاضات کی وجہ سے اکثر ارباب کشف ہوتے تھے لہٰذا وہ مذکورہ امور کے حامل ہوتے تھے۔

فقدان کشف کے اسباب:

مگر آج ان ریاضات ومجاہدات کا فقدان ہے، نیز کھانے میں پہلے کی طرح خالص حلال جو شبہ سے بھی پاک ہو وہ آج کل بہت کم میسر ہے؛ اس لیے عام طور پر کشف حاصل نہیں ہوتا ہے نیز ہم خود اپنے مریدوں اور پیر بھائیوں میں دیکھ رہے ہیں کہ بعض کو ابتدائی مرحلوں میں کچھ نہ کچھ کشف ہونے لگتا ہے اور بعض وہ ہیں جو بہت سے مراحل ومنازل طے کر چکے ہیں مگر کشف نہیں۔

اسباب کشف:

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کشف صلاحیت پر موقوف ہے جن میں استعداد ہوتی ہے انہیں کشف ہو جاتا ہے پھر ذکر و صحبت شیخ کامل، رزق حلال اور کچھ مجاہدات جمع ہو جاتے ہیں تو اس میں مزید ترقی و صفائی میسر آجاتی ہے اور حسب استعداد و محنت و ریاضت ترقی مزید سے مزید تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اولیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم خواہ ارباب کشف ہوں یا نہ ہوں شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کے جامع ہوتے ہیں اگرچہ فرق مراتب ہوتا ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی تفسیر دونوں کو شامل ہے مقام طریقت و حقیقت اسی طرح دیگر مقامات کے حصول کے لیے کشف ضروری نہیں بلکہ اتصاف ضروری ہے۔

معلوم رہے کہ سالک کو اگر قسمت سے شیخ کامل مل جائے اور یہ پورے طور پر خود کو اس کے حوالے کر دے اور شریعت کی پابندی کرے نیز تقویٰ اختیار کرے تو یہ مقامات و احوال حاصل کر کے درجہ ولایت پر فائز ہو سکتا ہے خواہ کشف ہو یا نہ ہو، کشف شرط ولایت سے نہیں ہے ہاں تقویٰ وورع شرط ہے۔

مجاہدہ فی سبیل اللہ:

بزرگوں نے حدیث قدسی بیان فرمائی ہے کہ تم اپنے نفس سے عداوت کرو کیوں کہ وہ میری عداوت پر قائم ہے نیز مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث شریف ہے جس کا ایک حصہ ہے کہ ”المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ“ یعنی کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے۔ [۱]

بزرگوں نے مجاہدات کے درجے اور اقسام بیان کیے ہیں۔ مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے خلاف جن چیزوں کا نفس حکم دے اس پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے خلاف یعنی شریعت پر عمل کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو شریعت کے مامورات و

۱۔ مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۳۹۵۸

منہیات تفصیل سے معلوم ہوں۔ بزرگوں نے فرمایا کہ حیات کے ہر شعبے میں سنت پر عمل بڑا مجاہدہ ہے۔ ظاہر بھی سنت کے مطابق ہو یعنی کھانا، پینا، سونا، جاگنا، بول چال، لباس، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ سنت کے مطابق ہو اور باطن بھی یعنی محبت وعداوت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، انسان اپنے اندر اخلاق نبوی پیدا کرے، قلب کو تمام گندگیوں مثلاً کینہ، بغض وحسد، حب دنیا، حب جاہ و منصب اور حب مدح وغیرہ سے پاک کرے۔ بزدلی، سستی، بخل، حرص و طمع وغیرہا عیوب سے پاک کرے اور اخلاق حسنہ مثلاً توبہ، انابت، توکل، قناعت، صبر و شکر، خوف و رجا، محبت خدا اور رسول ﷺ، عفو ودرگذر اور سخاوت وایثار وغیرہ اوصاف عالیہ سے آراستہ کرے۔ معلوم ہو کہ مجاہدات وریاضات اور اخلاق وغیرہ کے تعلق سے ہم کتاب ''تصوف اور اس کے فوائد'' میں کافی گفتگو کر چکے ہیں لہٰذا وہاں مطالعہ کریں۔

جب بندہ ایمان و تقویٰ سے آراستہ ہو جائے اور مرشد کامل نصیب ہو جائے تو سیر و سلوک میں قدم رکھے خیال رہے کہ سلوک میں قدم رکھنے کے لیے تقویٰ کے دو ابتدائی درجات حاصل کرلے باقی تیسرا درجہ عام طور پر کافی حد تک منازل سلوک طے کرنے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے اور فوائد مکیہ کے بیان کے مطابق جو چوتھا درجہ ہے یعنی درجہ احسان یہ مکمل طور پر تزکیہ نفس کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

سالک جب مجاہدہ مذکورہ یعنی ہر معاملہ میں مخالفت نفس اختیار کرتا ہے تو نفس کی شرارتوں سے باز آنے لگتا ہے، نفس کی شرارتیں جوں جوں دور ہوتی جاتی ہیں قدم اطمینان کی طرف بڑھتا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ جب مرشد کامل کی توجہات اور ذکر و شغل کی پابندی اور شریعت پر عمل کرتا ہے تو تیزی سے تزکیہ نفس کی طرف قدم بڑھتے ہیں کیوں کہ مرشد کامل اور اتباع سنت کے انوار جوں جوں قلب و نفس کو منور کرتے جاتے ہیں خواہشات نفسانی پر قابو ہوتا چلا جاتا ہے اور نفس مزکیٰ ہو جاتا ہے اس طرح سے پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔

یہاں چند امور ذہن میں رکھیں:

۱۔ ابتدا اور توسط میں سالک کے لیے مرشد کامل کی صحبت و اکتساب فیض از حد ضروری ہے۔

۲۔ اشغال واذکار کی پابندی بھی اشد ضروری ہے۔

۳۔ تقویٰ میں قدم آگے بڑھاتا رہے۔

۴۔ نفس کشی جہاں تک ہو سکے کرے اور بزرگوں کی روش ایک حد تک اختیار کرے تاکہ نفس جلد مغلوب ہو جائے۔

۵۔ بزرگوں خاص کر امام غزالی قدس سرہٗ نے احیاء العلوم وغیرہ میں جو امراض قلب اور ان کا علاج تحریر فرمایا ہے اسے بار بار پڑھے، امراض کی شدت و ضعف کو پرکھنے کی کوشش کرے اور اسی کے مطابق علاج اختیار کرے۔

۶۔ حرام و مشتبہ لقموں اور کاموں سے بچے اور صرف ان غذاؤں کو استعال کرے جن کا حلال ہونا یقینی ہو ورنہ اس دور میں کم سے کم ظن غالب ضرور ہو۔

۷۔ ان آداب کو استعمال کرے جن کو بالتفصیل عوارف المعارف وغیرہ میں بیان فرمایا ہے۔

۸۔ خدمت دین میں کوشاں رہے اور ہر محنت و جفاکشی کو برداشت کرے تاکہ بدن سستی سے محفوظ رہے اور محنت و مشقت جھیلنے کی عادت رہے۔

۹۔ اوقات کو مختلف طاعات وعبادات اور اشغال واذکار میں منحصر رکھے۔

اہل سلوک کے مختلف طریقے:

تکمیل کے بعد بزرگوں نے مختلف طریقے اختیار کیے بعض نے خود کو مخلوق کی تعلیم و تربیت اور اصلاح وارشاد کے لیے لوگوں کے بیچ رکھا، ان کے ظاہر کو شریعت سے اور باطن کو طریقت و حقیقت سے آراستہ کیا، ان کے بڑے فضائل ہیں، بزرگوں نے فرمایا کہ ایسے شخص کو

ملکوت سماوات میں عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے اس کی مثال سورج کی طرح ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے یا مشک کی طرح ہے جو خود پاکیزہ ہے اور دوسروں کو خوشبودار کرتا ہے۔

بعض کا طریقہ عبادات نافلہ میں کثرت جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن، یہ حضرات اوراد و وظائف اور تسبیحات میں خصوصیت سے اشتغال رکھتے تھے۔ یہ ان کے درجات سے شمار ہوتا ہے جنہوں نے عبادت الٰہی کے لیے خود کو فارغ کر لیا اور یہ بھی صالحین کے طریقوں سے ہے۔ بعض صوفیہ نے فقہا و صوفیہ اور اہل دین کی خدمت کو اختیار کیا۔ اس کو افضل نوافل سے شمار کیا گیا کیوں کہ یہ عبادت بھی ہے اور اعانت مسلمین بھی جیسا کہ حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ سے نقل کیا گیا ہے کہ ”میں شب بیداری اور دن کے روزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا بلکہ اس تک پہنچا ہوں کرم، تواضع اور سلامت صدر کے ساتھ“ بعض بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ لکڑیاں پیٹھ پر اٹھا کر لاتے، بازار میں بیچتے اور صدقہ دیتے یہ بھی عبادت نافلہ سے ہے اس کے ذریعہ اہل ایمان کی دعاؤں کی برکات نصیب ہوتی ہیں۔

اکثر نقشبندی بزرگوں نے اتباع سنت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس کو خصوصیت سے اختیار فرمایا اور سینے کے سلامتی یعنی قلب کو ماسوائے حق کی محبت سے پاک کرنے کی آغاز ہی سے کوشش فرمائی، اس کے ساتھ ساتھ اشغال طریقہ کو لازم رکھا اور مریدوں سے کثرت عبادات طلب کرنے کے بجائے اپنی توجہات عالیہ سے منازل طے کرائے اور اتباع سنت پر زور دیا گویا مرید پہلے اس شیخ کو اختیار کرے جو متبع سنت ہو اور یہ مرید اس شیخ کی کامل پیروی کرے اس طرح مرید میں شیخ کی عادتیں پیدا ہوں گی اور یہ چیز افاضہ واستفاضہ کا دروازہ کھولے گی اور شیخ میں فنائیت یعنی فنا فی الشیخ کی منزل کے حصول پر فنا فی الرسول ہونے کا دروازہ کھل جائے گا کیوں کہ شیخ متبع رسول ہے اس طرح ”تخلق باخلاق اللہ“ کی دولت بے بہا ہاتھ آجائے گی اور اخلاق نبوی اخلاق الٰہی کے تابع ہیں تو مرید کامل کو رفتہ رفتہ ”تخلق باخلاق الرسول“ کی دولت

بے بہا نصیب ہو جائے گی جو کہ مقاصد سلوک سے اہم مقصد ہے، ابدی و سرمدی زندگی کی تعمیر و ترقی یہی ہے اور اسی پر ابدالآباد تک رحمتیں مرتب ہوتی رہیں گی۔

اب ہم سلوک میں مزید ترقی واستحکام کے لیے بزرگوں کے وصایا تسعہ یعنی نو وصیتیں پیش کر رہے ہیں جو ہر طالب خدا کے لیے ضروری ہیں، عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے ان کو عمل میں لانا از حد ضروری ہے اور کوئی شیخ ان پر عمل کیے بغیر کامل و مربی نہیں ہو سکتا ہے۔

وصایا تسعہ:

عام بزرگوں نے طریق اولیا پر چلنے اور درجہ ولایت تک پہنچنے کے لیے نو امور کی وصیت فرمائی ہے جو یہ ہیں: (۱) توبہ (۲) قناعت (۳) زہد (۴) تعلم علم شرعی (۵) محافظت سنن (۶) توکل (۷) اخلاص (۸) عزلت (۹) حفظ الاوقات۔

۱۔ **توبہ:** مقامات سلوک میں سب سے پہلا مقام توبہ ہے۔

کفایۃ الاتقیاء میں علامہ سید بکری مکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ توبہ سب سے پہلی وصیت اور قواعد دین میں سب سے اہم اور منازل سالکین کی پہلی منزل اور مقام طالبان خدا میں پہلا مقام ہے توبہ کے معنی دراصل رجوع کرنے کے ہیں جو چیزیں ازروے شرع مذموم وناپسندیدہ ہیں ان سے محمود وپسندیدہ کی طرف رجوع کرنے اور لوٹنے کا نام توبہ ہے قرآن وسنت میں توبہ کے بے حد فضائل بیان فرمائے گئے ہیں جو کتب احادیث و کتب صوفیہ مثلاً احیاء العلوم وغیرہ میں بالتفصیل مذکور ہیں یہ فقیر مجددی بھی قدرے کتاب **"تصوف اور اس کے فوائد"** میں بیان کر چکا ہے لہٰذا وہاں دیکھیں۔ یہاں چند امور ذہن میں رکھیں۔

توبہ کے شرائط یہ ہیں:

(الف) جو گناہ اور معصیت کر چکا ہے اس پر نادم ہو، ندامت اس وقت صحیح ہو گی جب کہ رقت قلب ہو اور کیے ہوئے پر پشیماں ہو؛ لہٰذا ندامت سب سے بڑی شرط ہے اسی لیے حدیث

میں فرمایا گیا "الندم توبة" [۱] جیسے حج کے تعلق سے فرمایا گیا "الحج عرفة" [۲]

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ اس گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ پورے طور پر گناہوں سے خود کو دور کرے اور اہل حقوق کے حقوق سے خلاصی حاصل کرے حدیث شریف میں ہے: جو گناہوں سے توبہ کرلے تو گویا وہ ایسا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں اور جو گناہ سے استغفار کرے جب کہ وہ گناہ پر قائم ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے رب سے استہزا کرتا ہے" [۳]

نیز حدیث شریف میں ہے کہ بندہ جب توبہ کرلیتا ہے تو اللہ محافظ فرشتوں کو اس کے گناہ بھلادیتا ہے اور اس کے جوارح کو بھی بھلادیتا ہے اور زمین کی ان جگہوں کو بھی جہاں اس نے گناہ کیے حتی کہ وہ اپنے رب جلا وعلا سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر گناہ کا کوئی گواہ نہ ہوگا۔

۲۔ اگر کسی پر مال یا عزت وآبرو وغیرہ کے تعلق سے ظلم کیا ہو تو اس سے برأت حاصل کرلے یا ارباب حقوق کے حقوق مالیہ ہوں تو واپس کرے یا پھر معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرے اس میں کافی تفصیل ہے۔

محاسبہ:

توبہ پر دوام اور ہمیشگی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ گناہوں اور شریعت کی مخالفت سے بچے اور اپنے نفس سے محاسبہ کرے، انسان کو چاہیے کہ پہلے اپنی ذات کا محاسبہ کرے اور غور کرے کہ رات اور دن میں جو اس سے افعال واقوال اور حرکات وسکنات سرزد ہوئی ہیں اور جو سانسیں برآمد ہوئی ہیں وہ کس قدر شریعت وسنت کے موافق ہیں اور کتنی مخالف ہیں کتنی سانسیں یاد الٰہی اور ذکر اللہ کے ساتھ آئیں اور گئیں اور کتنی غفلت میں؟ جو افعال واقوال نیک

۱۔ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبہ، رقم: ۴۲۵۲

۲۔ الفردوس للدیلمی، ج:۲ص:۱۴۸رقم: ۲۷۵۵

۳۔ الفردوس للدیلمی، ج:۲ص:۷۷رقم: ۲۴۳۲

ہوئے ان پر شکر الٰہی بجا لائے اور جو خلاف شرع ہوئے ان سے توبہ کرے اور عزم کرے کہ آئندہ غفلت نہیں برتوں گا اسی طرح عہد کرے کہ کوئی سانس بغیر ذکر کے نہیں لوں گا۔

حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حاسبوا انفسکم قبل أن تحاسبوا و تاهبوا للعرض الأکبرعلی الله" اپنا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ [1]

اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چُھپنے والی جان چُھپ نہ سکے گی۔

بزرگوں نے فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ دعا اور استغفار کثرت سے کیا کریں اور یہ دعا مانگا کریں:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [2]

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

حدیث شریف میں اسے استغفار سے شمار کیا گیا اس کے ساتھ ساتھ درد انگیز اشعار عربی، فارسی اور اردو میں مناجات کے پڑھے اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے اور یہ محبت، الفت اور خوف و خشیت کا سبب بنتے ہیں خاص کر تہجد کے وقت قلبی کیفیات حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ معلوم رہے کہ انسانی کمزوریوں سے ہے کہ وہ ہمیشہ توبہ پر قائم نہیں رہ پاتا، بعد توبہ بھی غلبہ نفس کی وجہ سے پھر اس جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ جب گناہ ہو جائے تو مذکورہ بالا طریق پر توبہ کرے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اصرار کرنے والوں سے نہیں رہے گا۔

۱۔ سورۃ الحاقۃ: ۶۹/ ۱۸

۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲/ ۲۰۱

اصرار علی المعصیۃ بہت خوف کی چیز ہے حدیث شریف میں ہے ”جس نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا یعنی گناہ پر قائم نہیں رہا اگرچہ ستر بار ٹوٹے۔“ [۱]

اعضاے سبعہ کی حفاظت:

توبہ پر دوام اور ہمیشگی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اعضاے سبعہ یعنی سات اعضا جن سے اکثر گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کی حفاظت کرے وہ یہ ہیں:

۱۔ آنکھ کی حفاظت یہ ہے کہ مسلم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور مسلمانوں کے عیوب دیکھنے سے خود کو بچائے، کسی تصویر پر یا صورت کی طرف شہوت سے نہ دیکھے، نہ کسی اجنبی عورت کی طرف نہ کسی اجنبی اور غیر کے اعضا عورت کی طرف نظر کرے اگر اتفاق سے پڑ جائے فوراً نگاہ پھیر لے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ بروز قیامت فضول نظر کے بارے میں سوال ہو گا جیسا کہ فضول کلام کے بارے میں۔

۲۔ دوسرا عضو زبان ہے، زبان کی حفاظت یہ ہے کہ اسے جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، مجادلہ، گالی گلوج، اپنی مدح، لعنت، بددعا، استہزاء و مذاق وغیرہ سے بچایا جائے، زبان کی آفتیں انگنت ہیں، آج جو جس کے بارے میں چاہتا ہے کہہ بیٹھتا ہے عموماً ایذاے قلب مومن میں زبانیں کھلتی رہتی ہیں، لایعنی، لغو اور فحش باتیں ہوتی رہتی ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ لوگ اپنی زبانوں کی باتوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔

۳۔ تیسرا عضو کان ہے اس کی حفاظت یہ ہے کہ اسے بری اور مذکورہ بالا باتوں کے سننے سے بچایا جائے۔

۴۔ چوتھا عضو ناک ہے، اس کی حفاظت یہ ہے کہ اجنبی عورت کی بو سونگھنے سے بچائے۔

۵۔ پانچواں عضو شکم ہے، اس کی حفاظت یہ ہے کہ محرمات و شبہات اور ان خواہشات سے بچایا جائے جو مناسب نہیں، پیٹ کی حفاظت آج بہت اہم مسئلہ بن گیا ہے اس پر قابو بہت

۱۔ بخاری و مسلم وغیرہ

مشکل ہے روحانیت کے زوال کا بڑا سبب شکم پروری اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنا ہے۔

۶۔ چھٹا عضو شرمگاہ ہے اس کی حفاظت ہر حرام سے اسے بچانا اور زنا کاری اور لواطت سے دور رہنا ہے۔

۷۔ ساتواں عضو ہاتھ ہے اس کی حفاظت یہ ہے کہ کسی بے گناہ پر نہ اٹھایا جائے، نہ اس سے کسی مال حرام کو پکڑا جائے، نہ مخلوق سے کسی کو اس کے ذریعہ ایذا دی جائے، نہ خیانت کی جائے اور نہ اس کے ذریعہ وہ چیزیں لکھی جائیں جن کے ساتھ گفتگو جائز نہیں۔

۸۔ بعض بزرگوں نے دیگر اعضا بھی شمار فرمائے جیسے کہ پیر کہ حرام کی طرف چلنے سے اسے بچایا جائے، کسی ظالم حاکم، بادشاہ یا وزیر کے دروازہ پر اس کے ظلم پر راضی رہتے ہوئے ان سے چل کر نہ جایا جائے ہاں! اسے ظلم سے باز رکھنے اور نصیحت وغیرہ کے لیے جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بزرگوں نے فرمایا: ایسے ظالموں کے پاس بلاضرورت جانا گناہ ہے۔

۹۔ نواں قلب یعنی دل ہے، حسد، کینہ، بغض، ریا، عجب، حب جاہ و مال، حب مدح وغیرہ سے قلب کو بچانا ہی اس کی حفاظت ہے، معلوم رہے کہ قلب کے امراض بھی بہت سے ہیں جن کو احیاء العلوم وغیرہ میں کافی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ قلب کی حفاظت بھی آج ناپید ہے اکثر لوگ جن کے ہاتھ میں دین کا لگام ہے وہ اس کا خود شکار ہیں دوسروں کو کیا بچا سکیں گے؟ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو تصفیہ قلب کہتے ہیں جو ہزاروں محنتوں اور مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ:

انسان کو جب مقام توبہ میں رسوخ حاصل ہو جائے اور استقامت پیدا ہو جائے تو بزرگوں نے فرمایا کہ اسے مجاہدہ اور اپنے اعضا کو طاعات میں استعمال کرنا لازم ہے، بندہ جب مجاہدہ میں دوام حاصل کر لیتا ہے تو حرکات ظاہرہ و حرکات باطنہ پیدا ہوتی ہیں ظاہر کی حرکات باطن کی

حرکات کا سبب ہوتی ہیں۔ حضرت ابو عثمان مغربی قدس سرۂ فرماتے ہیں کہ جس نے بغیر مجاہدہ کے یہ خیال کیا کہ اس پر اس طریقت کی کوئی چیز مفتوح ہوگی یا کھلے گی وہ غلطی پر ہے۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرۂ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہ سال تک نفس کے خلاف مجاہدہ کیا اور پچاس سال تک میں نفس کا آئینہ رہا اور ایک سال میں نے ان کے درمیان غور کیا تو میں نے اپنے اندر زنار دیکھا، پس زنار کو توڑنے کے لیے میں نے پانچ سال غور کیا کہ میں کس طرح توڑوں تو مجھے مکشوف ہوا، میں نے مخلوق کو دیکھا تو سب کو مردہ پایا میں نے اس پر چار تکبیریں کہہ دیں۔

بزرگوں نے حضرت بسطامی قدس سرۂ کے قول کے یہ معنی بیان کیے کہ حضرت شیخ بسطامی قدس سرۂ مجاہدہ نفس اور اس کی خباثتوں عجب، کبر، حرص، کینہ، حسد وغیرہ کے ازالے کی منزل میں تھے انھوں نے اس کے لیے عمل کیا بایں طور کہ خود کو تخویف کی بھٹی میں ڈال دیا پھر اس کو امر و نہی کے ہتھوڑے سے کوٹا یہاں تک کہ اس کو مشقت میں ڈال دیا اس وقت وہ سمجھے کہ ہم نے نفس کو صاف ستھرا کر لیا پھر قلب کو اخلاص کے آئینے میں دیکھا تو اس میں شرک خفی، ریا کاری، اپنے اعمال پر نظر، ثواب وعقاب کی یاد اور کرامات و مواہب کا شوق باقی نظر آئے اسی کو زنار سے تعبیر فرمایا اور اس کو توڑنے کے عمل سے مراد علائق و موانع سے نفس کو جدا کر لینا، خلق سے نگاہ پھیر کر حق کہ وہ اس منزل پر پہنچ گئے کہ نفس جو زندہ تھا اسے مردہ کر دیا اور جو قلب میں مردہ تھا اسے زندہ کر دیا یہاں تک کہ شہود قدم میں وہ ثابت قدم ہو گئے اور سب کو بمنزل عدم میں لے آئے اس وقت خلق پر تکبیر کہہ دی اور حق کی طرف پلٹ گئے اور یہ جو انھوں نے فرمایا کہ مخلوق پر چار تکبیریں کہہ دیں کیوں کہ میت پر چار تکبیریں کہی جاتی ہیں نیز حق سے خلق کا حجاب چار چیزیں ہیں (۱) نفس (۲) ھویٰ (خواہش نفسانی) (۳) شیطان (۴) اور دنیا، بس اپنے نفس اور اس کی خواہش کو توڑ دیا اور شیطان و دنیا کو چھوڑ دیا۔

۲۔ قناعت:

دوسری وصیت قناعت ہے، تھوڑی عطا پر راضی ہونا قناعت ہے، بندے کو قناعت مل جانا پروردگار جل وعلا کی بڑی رحمت و نعمت ہے دل کی بڑی بیماریوں کا علاج قناعت ہے، حدیث شریف میں ہے "القناعة کنزلا یفنی" [۱] قناعت ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ جب یہ مل جاتی ہے تو لوگوں کے مال وزر اور جاہ وحشم کی طرف نظر نہیں جاتی ہے نہ انہیں دیکھ کر وہ برائیاں دلوں میں جنم لیتی ہیں جو عام طور پر دنیا والوں کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہیں دوسری حدیث میں ہے "عزمن قنع و ذل من طمع" جس نے قناعت کی، عزت والا ہوا اور جس نے طمع کی وہ ذلیل ہوا۔

قناعت کی بنیاد دراصل زہد فی الدنیا پر ہے جب تک دنیا سے بے رغبتی اور اعراض نہیں ہوگا اس وقت تک قناعت کی توقع عبث ہے جب دنیا کی فنا و نیستی اور اس کا زوال ذہن و دماغ میں بس جاتا ہے اور انسان کو پورے طور پر احساس ہوجاتا ہے کہ جو مال ہمارے پاس ہے وہ یا تو مختلف چیزوں میں خرچ ہوجائے گا یا کسی حادثہ کا شکار ہوجائے گا یا پھر وارث کے ہاتھ لگے گا تو ایسی صورت میں اس کی رغبت بمقابلہ دنیا آخرت کی طرف قوی تر ہوگی اور اس کی طلب بہ نسبت دنیا آخرت سے زیادہ ہوگی۔ اگر آپ چاہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے رغبت ہوجائیں اور آپ کا زہد زیادہ ہو تو غور کریں کہ دنیا کس کے پاس ہے اور کس ہاتھ میں ہے باوجودیکہ اگرچہ بطریق حلال ملتی ہے تب بھی اس کا حساب دینا ہوگا اور حرام ذرائع سے ملے گی تو عقاب اور سزا ہے اور جو اسے طلب کرتا ہے اس سے فوت ہوتی ہے اور اس سے بھاگتی ہے اور جو اس کی طرف نظر کرتا ہے اسے اندھا کرتی ہے اور جو اس میں غنا حاصل کرتا ہے وہ فتنے میں مبتلا ہوتا ہے اور جو اس کا محتاج ہوتا ہے وہ غمگین ہوتا ہے۔

کفایۃ الاتقیاء میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے عربی اشعار ذکر فرمائے جن کا حاصل

۱۔ بیہقی

یہ ہے کہ اے طالب آخرت ! تو ان چیزوں کے ترک پر راضی ہو جا جن کی خواہش تیرا نفس کرتا ہے اور جن کھانوں، لباسوں اور مکانات کے ذریعہ فخر کرتا ہے ان میں سے تھوڑے پر راضی ہو جا، کھانے میں تھوڑا وہ ہے جو بھوک کو روک دے اور اتنا لباس جو اعضاے عورت کو چھپالے اور اتنا مکان جو سردی و گرمی کو دفع کر دے۔ ؁۱

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روٹی کا ٹکڑا لے کر آئیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ٹکڑا کیا ہے ؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ روٹی کا ٹکڑا ہے جو میں نے آپ کے لیے پکایا ہے یہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ میں کھاؤں اور آپ کو نہ کھلاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن بعد تمھارے باپ کے منہ میں داخل ہوا ہے ؁۲

اے طالب آخرت ! اللہ تجھ پر رحم کرے اس سیدہ شریفہ کو دیکھ کہ تھوڑی روٹی پر راضی ہو گئیں اور اس نبی کریم ﷺ کو دیکھ کہ تین دن سے کچھ کھانا نہیں چکھا۔ ؁۳

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری بھلائی چار خصلتوں میں ہے جن کی وجہ سے ابدال ابدال ہو گئے:

(۱) پیٹوں کو بھوکا رکھنا (۲) خاموشی (۳) خلوت اور (۴) رات میں جاگنا۔ ؁۴

حدیث شریف میں ہے ”طوبی لمن ھدی للاسلام و کان رزقہ کفافاً و رضی بہ“ ؁۵

اس کے لیے خوش خبری ہے جسے اسلام کی رہنمائی ہوئی اور اس کا رزق بقدر کفایت رہا اور وہ

۱۔ کفایۃ الاتقیاء، ص:۱۹ المعہد الاسلامی
۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، باب الالف رقم:۷۵۰
۳۔ کفایۃ الاتقیاء، ص:۱۹، المعہد الاسلامی
۴۔ کفایۃ الاتقیاء، ص:۱۹
۵۔ الفردوس ج:۲ ص:۴۴۷ رقم ۳۹۲۹

اس سے خوش رہا۔ نیز حدیث شریف میں ہے "إن الله إذا احب عبدا جعل رزقه كفافا" [۱] جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی روزی بقدر کفایت کرتا ہے یعنی جو اس کے اخراجات کے لیے کافی ہوتی ہے نہ زیادہ دیتا ہے کہ وہ سرکشی کرے اور نہ کم کہ اسے تکلیف ہو۔

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ بروز قیامت میری امت کے کچھ افراد کے لیے اللہ تعالیٰ پر پیدا کرے گا وہ اپنی قبروں سے جنتوں کی طرف اڑ کر جائیں گے اس میں جہاں چاہیں گے آئیں جائیں گے جس طرح چاہیں گے نعمتوں کو استعمال کریں گے ان سے فرشتے کہیں گے: کیا تم نے حساب دیکھا؟ کہیں گے: نہیں، فرشتے کہیں گے: کیا تم نے پل صراط کو طے کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نے پل صراط کو نہ دیکھا، فرشتے کہیں گے: کیا تم نے جہنم کو دیکھا ہے؟ کہیں گے ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہے، فرشتے کہیں گے: تم کس کی امت ہو؟ وہ کہیں گے محمد ﷺ کی، فرشتے کہیں گے: تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ ہمیں بتاؤ کہ تم دنیا میں کیا اعمال کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم میں دو خصلتیں تھیں کہ رحمت الٰہی کے فضل سے اس منزل پر پہنچ گئے، فرشتے پوچھیں گے وہ کیا تھیں؟ تو وہ کہیں گے (۱) جب ہم تنہائی میں ہوتے تھے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے شرم آتی تھی اور ہم (۲) تھوڑے پر راضی ہو جاتے تھے جو ہماری قسمت میں ہوتا فرشتے کہیں گے کہ تم اس (بلند) منزل کے حقدار ہو۔ [۲]

تنبیہ:

قناعت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور بزرگوں کی صفت ہے جس کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے اس کا قلب بے نیاز ہو جاتا ہے، سکون میں رہتا ہے، پراگندگی اور تفرق وانتشار سے محفوظ رہتا ہے وہ قلب کی بیماریوں سے بھی امان میں رہتا ہے، اس کی زندگی چین سے گزرتی ہے بارگاہ

۱۔ احیاء العلوم ج۵ ص:۲۳٦٦

۲۔ تخریج احادیث احیاء العلوم ج:۵، ص:۳۵٦٦

الٰہی کی طرف توجہ بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے اور ایسی حالت میں بندہ بارگاہ قدس سے خوب خوب فیض حاصل کرتا ہے، ایسے بندے یکسوئی کے مالک ہوتے ہیں اور اگر مرشد کامل ہاتھ آجائے تو بڑی منزلوں پر فائز ہوتے ہیں آج قناعت سے محرومی نے انسان کو بے چین کر دیا ہے تمام نعمتیں ہو کر بھی اسے چین نہیں ہے۔

اچھا کھا کر، اچھا پہن کر اور اچھے مکانوں میں رہ کر بھی وہ سکون کی دولت سے محروم ہے حرص و طمع اسے ہر وقت دنیا کی طرف متوجہ رکھتی ہے چاہت ہے تو مال وزر کی، عزت کی، اگر نماز بھی پڑھتا ہے تو بھی خدا اور رسول ﷺ کی محبت میں نہیں بلکہ خوف کی وجہ سے اور کبھی مال کی چاہت میں، اس کی چاہتوں کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ مرتب نہیں کی جاسکتی ہے وہ اس کی وجہ سے دائمی فلاح و کامرانی اور ابدی نعمتوں اور سرمدی جلووں سے محروم ہو گیا، الم و تکلیف میں جیتا ہے اور اسی میں مرتا ہے یہ فراق دنیا اسے قبر میں بھی بے چین رکھتا ہے اس کو تاہی کا احساس اسے آخرت میں بھرپور ہوگا، آج ضرورت ہے کہ لوگوں کو قناعت کی ترغیب دی جائے، قناعت پیدا ہو جائے تو ہزار غموں سے نجات مل جائے۔

مالا یعنی اور ما یعنی:

مالا یعنی میں وہ تمام امور داخل ہیں جن کی حاجت نہ ہو ان کی مختلف انواع واقسام ہیں مثلاً کھیل کود، ہنسی اور ہر وہ امر جو مروت میں مخل ہو نیز دنیا میں توسع مناصب اور ریاست کی طلب، تعریف و مدح کی طلب وغیرہ وہ امور جن سے کوئی اخروی فائدہ حاصل نہیں اور قیمتی وقت کی اضاعت ہو جس کا کوئی عوض نہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں کہ 'مایعنیہ' سے مراد وہ ہے جس سے کوئی دینی منفعت حاصل ہو یا ایسا دنیوی نفع جو آخرت تک پہنچائے اور مالا یعنیہ اس کے برعکس کو کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”من طلب مالا یعنیہ فاتہ ما یعنیہ“ [1]

---

[1] کفایۃ الاتقیاء، ص: ۲۰ المعہد الاسلامی

جس نے لایعنی کو طلب کیا اس سے مایعنی فوت ہو گیا، لایعنی کی طلب بھی قناعت کے خلاف ہے طالب آخرت کبھی بھی لایعنی امور میں مشغول نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے جنہیں عقل و شعور کی نعمت سے نوازا ہے وہ ہمیشہ خدا کو اور اس کے محبوب ﷺ کو طلب کرتے ہیں وہ صرف اسی کی طرف توجہ کرتے ہیں جو انہیں خدا جل وعلا کے قریب لائے۔

۳۔زہد:

بزرگوں نے جن نو امور کی وصیت کی ہے ان میں سے ایک زہد ہے لغت میں عدم رغبت کا نام زہد ہے شریعت میں زہد سے کیا مراد ہوتا ہے اس میں علما کا اختلاف ہے شیخ محمد نووی علیہ الرحمہ نے 'سلالم الفضلاء' میں فرمایا کہ راجح یہ ہے کہ ساری دنیا کو حقیر سمجھنا زہد ہے جس کے نزدیک دنیا حقیر وصغیر ہوگی دنیا اسی پر ہلکی ہوگی وہ دنیا کی کسی چیز کے حصول پر خوش نہ ہوگا اور نہ اس کے فوت سے غمگین اور رنجیدہ ہوگا اور دنیا سے اتنا ہی اور وہی لے گا جو طاعت الٰہی میں مددگار اور معاون ہوگا اس کے باوجود وہ ہمیشہ ذاکر وشاغل رہے گا اور اللہ عز وجل کے ذکر اور یاد سے کبھی غافل نہ ہوگا ایسا شخص جسم کے ساتھ دنیا میں اور عقل وروح کے ساتھ آخرت میں رہتا ہے۔ [۱]

فضائل وفوائد:

زہد کے فضائل اور فوائد ان گنت اور لاتعداد ہیں رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ دنیا میں زہد اختیار نہیں کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت پیدا کر دیتا ہے اور اس کی زبان حکیمانہ باتیں کرتی ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا کا عیب اس کی بیماری اور دواد کھا دیتا ہے اور دنیا سے اسے صحیح وسالم دار آخرت کی طرف لے جاتا ہے۔ [۲]

دوسری حدیث میں ہے "زہد دنیا میں قلب وبدن کی راحت ہے اور دنیا کی رغبت، فکر اور غم کو بڑھاتی ہے اور طاعت الٰہی میں کوئی بندہ کمی نہیں کرے گا مگر اللہ تعالیٰ اسے غم میں مبتلا کرے

۱۔ سلالم الفضلاء علی ھامشۃ کفایۃ الاتقیاء، ص:۲۰

۲۔ بیہقی، شعب الایمان ۷/۳۴۶ رقم:۱۰۵۳۲

گا۔'' (امام احمد) نیز روایتوں میں آیا ہے کہ ''جو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سیکھے اسے علم دے اور بغیر طلب ہدایت کے اسے ہدایت دے تو اسے چاہیے کہ دنیا میں بے رغبت ہو جائے یعنی زاہد ہو جائے۔'' نیز سرکار مدینہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ جسے تم دیکھو کہ اسے دنیا میں زہد اور کم بولنا دیا گیا تو تم اس کے قریب ہو جاؤ کیوں کہ وہ حکمت ڈالتا ہے یعنی ان دقائق اشارات کی تعلیم دیتا ہے جو امراض قلب کے لیے شفا اور اتباع خواہش نفس سے مانع ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں مال کا نہ ہونا زہد نہیں ہے بلکہ مال سے تعلق قلبی ختم ہو جانا زہد ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بظاہر بے شمار مال ومتاع رکھتے تھے، لیکن دل کا عزت و دولت سے کوئی تعلق نہ تھا آپ خود جو کی روٹی کھاتے اور دوسروں کو بہترین کھانا کھلاتے تھے تو ان کی مالداری کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ زاہد نہ تھے بلکہ بڑے زاہد تھے اسی طرح اس امت کے اغنیاء صحابہ کرام اور اغنیاء اولیاء کرام علیہم الرضوان یہ سب بظاہر مال رکھ کر بھی مال سے بے تعلق تھے اس کے لیے قلب میں جگہ نہ تھی۔

محبوبیت کا سبب:

جو بندہ اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے دنیا ومافیہا سے پاک وصاف اور بے تعلق کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے، حدیث شریف میں ہے ''إزهد في الدنيا يحبك الله و ازهد فيما عند الناس يحبك الناس'' یعنی دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمھیں محبوب بنالے گا اور جو لوگوں کے پاس (عزت و دولت) ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ [۱]

لوگ اس سے عداوت کرتے ہیں جو ان کے حصول دنیا میں سد راہ ہوتا ہے جب یہ کسی کی دنیا کے لیے ضرری نہیں ہو گا تو لوگ کیوں عداوت کریں گے؟ بلکہ تارک الدینا حضرات سے محبت کرتے ہیں۔

۱۔ ابن ماجہ، مسند شہاب للقضاعی ۱/ ۳۷۳

صوفیہ کرام نے تقویٰ کے بعد سب سے اعلیٰ مقام زہد کو بتایا ہے زہد چوں کہ اللہ کی محبت کا سبب ہے تو بھلا اور اس سے بڑھ کر اور کون سی اعلیٰ نعمت ہے! معلوم رہے کہ حق تعالیٰ کی خاطر ماسوائے حق کو چھوڑ دینا اور سب سے رخ پھیر کر اسی خالق ومالک جل وعلا کی طرف کامل طور پر متوجہ ہو جانا یہ ہر کس وناکس کا کام نہیں اور نہ بغیر توفیق الٰہی کے یہ ہو سکتا ہے، ایسے زاہد بندے بہت کم پیدا ہوتے ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے آج بہت سے شعراء زاہدوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور زہد پر تنقید کرتے ہیں اور خود کو محبت والفت کا حامل بتاتے ہیں اگر سچے زاہدوں کا کوئی مذاق اڑاتا ہے تو بڑی قبیح وشنیع بات ہے، صوفیہ کرام کے مقامات سلوک سے بہت بڑے اعلیٰ مقام کا نام زہد ہے، بعض بزرگوں کے کلام میں بھی اس طرح کی تنقید ہوتی ہے مگر ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور مقصد کچھ اور۔

رغبت دنیا:

جسے زہد حاصل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا ومافیہا کی محبت کا رسیا ہے ایسے شخص کی مثال علما فرماتے ہیں کہ نشہ والا (سکران) اور ڈوبنے والا (غریق) کی طرح ہے جو کبھی راہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے بلکہ ہمیشہ یہی کہتا ہے ''این الطریق'' راستہ کہاں ہے؟ ''این الخلاص'' چھٹکارا کہاں؟ اس لیے اس کا ظاہر دنیا کی طلب میں مشغول اور باطن اس کے ارادے میں کیوں کہ اس کا ارادہ جب دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس کا اثر اعضاء وجوارح پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہر محنت و تکلیف اٹھا کر حاصل کرتا ہے کیوں کہ اس کے حصول کے لیے قتال وجدال تک کرتا ہے، ایسے لوگوں سے اللہ لذت قناعت چھین لیتا ہے اور زاہدوں کی سیاست قلب ونفس سے یہ ممنوع ہو جاتا ہے کیوں کہ دل جب نعمت قناعت سے محروم ہو گیا تو وہ کبھی سیر نہیں ہوتا ہے نہ کبھی اس کا پیٹ بھرتا ہے اگر چہ ساری دنیا مل جائے تو ایسی صورت میں طاعت کی توفیق کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

زہد کی علامت:

حضرت امام محمد غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ’’زہد دنیا‘‘ مقامات سالکین سے بزرگ مقام ہے یہ تین امور علم، حال اور عمل سے مل کر بنتا ہے جیسا کہ باقی مقامات بھی انہیں تین امور سے مرکب ہوتے ہیں کیوں کہ ایمان کے جملہ دروازے قلب اور قول و عمل کی طرف راجع ہوتے ہیں زاہد کو چاہیے کہ باطن میں تین علامتوں پر اعتماد کرے؛ اول یہ کہ موجود پر خوش نہ ہو اور مفقود پر غمزدہ نہ ہو بلکہ زاہد کو چاہیے کہ وہ ان دونوں کی ضد پر ہو یعنی وجود سے غمگین ہو اور اس کے عدم پر خوش ہو۔

دوم یہ کہ اس کی مدح وذم کرنے والا اس کی نظر میں برابر ہو پس پہلی چیز ’’زہد فی المال‘‘ کی علامت ہے اور دوم ’’زہد فی الجاہ‘‘ کی اور سوم یہ کہ اس کے قلب کا انس و محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو اور اس کے قلب پر حلاوت طاعت وغالب ہو۔

علما کے لیے زہد:

روایتوں میں ہے کہ جس نے علم زیادہ حاصل کیا اور دنیا سے زہد زیادہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں۔ امام دیلمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ علما بہ نسبت غیر ’’زہد فی الدنیا‘‘ کے زیادہ حقدار ہیں، کسی نے کہا ہے۔ع

’’چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی‘‘

جب کعبہ سے کفر نکلے گا تو مسلمانی کہاں رہے گی؟ جب علما ہی دنیا کے دل دادہ ہو جائیں، انھیں کے لبوں پر ہر وقت دنیا ہو اور وہ اپنی ساری خدمتیں دنیا کے معاوضہ میں کرنے لگیں تو عوام کے بارے میں کیا پوچھنا؟ مشائخ جن کا کام ہی دلوں سے حب دنیا کو محو کرنا اور طلب آخرت پھر طلب مولیٰ پیدا کرنا تھا جب وہی مختلف حیلوں سے ہر وقت دنیا بٹورنے میں لگے ہیں تو مریدوں کے بارے میں کیا عرض کیا جائے؟ مرید تو پھر بھی غنیمت ہے کہ کما کما کر خدا کو راضی کرنے کے لیے پیر صاحب کو نذرانہ دیتا ہے، حب دنیا نے یکسر پانسہ پلٹ دیا اب دنیا کے بغیر کوئی

خدمت نہیں اسی لیے علماء ومشائخ کا دلوں سے لگاؤ نکل گیا۔

اسباب سلامت:

زہد کے لوازم سے ہے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس دنیا کا جاہ ومال ومتاع ہے اس سے امید ختم کر دے اور جو اس کے پاس ہے وہ لوگوں پر خرچ کر دے لہٰذا زہد بھی سلامتی کے اسباب سے ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا دنیا سے سلامتی کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا: چار خصلتیں اختیار کر لو۔

۱۔ قوم کے جہل کو معاف کرو یعنی بر بنائے جہالت لوگ جو تمھیں ایذا دیں تم معاف کر دو۔

۲۔ ان کے تعلق سے تم جہالت سے کام نہ لو یعنی تم کسی کی عزت کے پیچھے نہ پڑو کہ تم اسے ایذا دو۔

۳۔ تم لوگوں کی عطاؤں سے مایوس ہو جاؤ۔

۴۔ جو تم سے ہو سکے ان پر خرچ کرو۔

معلو رہے کہ بزرگوں نے فرمایا اور تجربہ شاہد ہے کہ یہ چاروں خصلتیں انسان کو خلق کا محبوب بناتی ہیں جو انسان بجائے ضرر کے لوگوں کو نفع پہنچائے گا لامحالہ لوگ اسے چاہیں گے۔

دعوت کے لیے مفید کام:

دعوت کے لیے سب سے مفید و مؤثر زندگی نفع رساں زندگی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں کی خدمت بے پناہ اجر و ثواب کا باعث ہے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ کتے کو پانی پلانے پر اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور بلی کو باندھے رکھا نہ کھلایا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ظالمہ عورت کو دوزخ میں ڈال دیا۔

پہلے کے لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں دوسروں کا بھی حق سمجھتے تھے اب ہر ایک لینے کے چکر میں ہے، مگر وہ بندے جو دوسروں کو دیتے ہیں لوگ آج بھی ان سے محبت کرتے ہیں:

۴۔ تعلم علم شرعی:

وصایا تسعہ سے چوتھی وصیت علوم شرعیہ کا سیکھنا ہے ان کے نزدیک علم شرع وہ ہے جس سے عقیدہ صحیح ہو یعنی اہل سنت وجماعت کے مطابق عقائد ہوں دوسرے وہ علم جس کا تعلق طاعت وعبادت سے ہے۔

تیسرا وہ علم جس کے ذریعہ نفس کا تزکیہ و قلب کا تصفیہ حاصل ہو اور انسان برے اخلاق، کبر و حسد اور بغض وغیرہ سے بچ جائے اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جائے یہ وہ علوم ہیں جو دنیا و آخرت کے لیے ضروری اور دونوں جہاں میں کارآمد، مفید اور انسان کی ابدی تعمیر حیات انھیں پر موقوف ہے۔ آج لوگ دنیا کے لیے نامعلوم کیا کیا پڑھا رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں مگر مذکورہ علوم سے غافل ہیں، خود علماء وحفاظ وقرا اور مشائخ یعنی جو دینی رہبر کہلاتے ہیں انھیں پرواہ نہیں نہ انھیں مکمل اعتقادیات کا علم ہے نہ عملیات کا اور نہ اخلاق کا، عمل کی طرف تو کوئی رغبت ہی نہیں حیرت کی بات یہ کہ مدارس وجامعات سے بہت سے لوگ علوم عربیہ کے ماہر بن کر نکل رہے ہیں مگر علم الاخلاق سے بالکل کورے۔ انسان طبعی وپیدائشی طور پر بری صفات یعنی اوصاف ذمیمہ واخلاق رذیلہ کی طرف مائل ہوتا ہے کیوں کہ نفس امارہ جو منبع شر وفساد ہے وہ ساتھ لگا ہوا ہے ان بری صفات کو خود سے دور کرنا اور ان کی جگہ اخلاق حسنہ واوصاف حمیدہ پیدا کرنا اور خود کو ان سے آراستہ کرنا نہایت دشوار کام ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اچھے برے اوصاف واخلاق کا علم حاصل کرے اور پھر بروں کے ازالے کے طریقے سے واقفیت بھی حاصل کرے اور یہ بھی جانے کہ ہم ان کی جگہ اچھے اخلاق کیسے پیدا کر سکتے ہیں؟ دراصل تصوف کا سب سے اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ برے اخلاق واوصاف کا ازالہ کر کے اس کی جگہ اچھے اوصاف واخلاق پیدا کرے، احادیث کریمہ میں اچھے اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

معلوم ہو کہ علماے کرام نے ان تینوں قسموں کے علوم کو فرض عین رکھا ہے یعنی ان کا سیکھنا ہر مرد وعورت عاقل وبالغ پر فرض ہے اور یہی دراصل علوم نافعہ ہیں۔

فوائد علم نافع:

جو انھیں سیکھے اور ان پر عمل کرے اسے دنیا و آخرت میں بلندی حاصل ہو گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ [۱]

ترجمہ: تم میں جو ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اللہ تعالیٰ انھیں درجوں بلند فرمائے گا۔"

مفسرین نے فرمایا کہ ایمان والوں کو ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جنھیں ایمان کے ساتھ علم دیا گیا انھیں درجات کثیرہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بروز قیامت عام مومنین پر اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو سات سو درجہ بلند فرمائے گا اور ہر دو درجہ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہو گا۔ [۲]

قرآن و حدیث نے علم اور علمائے دین کے بے شمار درجات بیان فرمائے ہیں کہ "علم کی طلب جنت تک پہنچاتی ہے" اور "ملائکہ کرام طالب علم کی تعظیم کرتے ہیں" اکرام علم کی وجہ سے فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں جو ملکوت سمٰوٰت میں معظم و مکرم ہوتا ہے۔ [۳]

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کے لیے زمین اور آسمان والے دعائے مغفرت کرتے ہیں [۴] وغیرہ وغیرہ علمائے کرام نے اس تعلق سے متعدد کتابیں تصنیف کر دی ہیں جو عام طور پر بازاروں میں پائی جاتی ہے فقیر مجددی عفی عنہ کی بھی کچھ منتشر تحریریں اس تعلق سے ہیں۔

۱۔ سورۃ المجادلہ: ۵۸/۱۱

۲۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۲۴

۳۔ ایضاص:۲۴

۴۔ ایضاص:۲۴

۵۔ محافظت سنت:

درست راستے کو لغت میں سنت کہتے ہیں۔ فقہاء کے نزدیک سنت وہ ہے جس کے کرنے پر ثواب دیا جائے اور ترک پر عقاب و سزا نہ ہو۔

محدثین کے نزدیک رسول پاک ﷺ کے افعال واقوال اور احوال کو سنت کہتے ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا جو رضاے الٰہی کا طالب ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان آداب وسنن کی محافظت کرے جو رسول پاک ﷺ سے مروی وماثور ہیں؛ کیوں کہ دل کو روشن کرنے اور باطن کی تعمیر میں اتباع سنت کو بہت دخل ہے، سنت کی قدر ومنزلت دراصل وہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں جن پر کمالات سنت منکشف ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ انوار الٰہیہ مجھ پر موسلا دھار بارش کی طرح برستے ہیں مگر میری تمنا ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں سے کوئی سنت زندہ کرلے جاؤں، محققین ارباب کشف صوفیہ نے سب سے بڑا مجاہدہ ہر حال میں سنت کی پیروی کو قرار دیا ہے سنت کی اہمیت وعظمت اور افادیت کو اگر دیکھنا ہے تو حضرت مجدد اور ان کے فرزندان گرامی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العالیہ کے مکتوبات، ارشادات اور عمل سنت پڑھیے۔

حضور قطب الطرائق سیدنا خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے طریقے کی بنیاد ہی اتباع سنت پر ہے اور ان کی بدولت جس قدر ان کے سالکین بلند مقامات پر جلد پہنچتے ہیں دیگر لوگ دیکھ کر محو حیرت ہوتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ اس قدر بلندیاں کیونکر نصیب ہوئیں؟

التصوف کله لهو الادب:

حضرت زین الدین قدس سرہٗ تصوف کے ادب ہونے کے متعلق فرماتے ہیں کہ محافظت سنن وآداب میں سب سے زیادہ نفع اندوز (اور پیش رو) اور ظاہر وباطن میں اخلاق نبوی سے سب سے زیادہ متخلق اور آراستہ ہونے والے صوفیہ کرام ہیں اور انھوں نے اس کے ذریعہ بلند مراتب اور عظیم مقامات پائے تو انھوں نے ان سنن وآداب کو تصوف کا رکن اعظم جانا اور فرمایا

"التصوف كله لهو الادب" یہ ایسا ہی ہے جیسا حدیث میں فرمایا "الحج عرفة" یعنی حج کا سب سے بڑا رکن عرفات کی حاضری ہے اسی طرح تصوف کا سب سے بڑا رکن سنن کے آداب کی محافظت ہے۔ ا

حضرت ابو حفص حداد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سارا تصوف ادب ہے، ہر وقت کے لیے ادب ہے، ہر حال کے لیے ادب ہے، ہر مقام کے لیے ادب ہے، پس جس نے اوقات کے آداب کا لحاظ رکھا مردوں (کاملین) کی منزل پر پہنچ گیا اور جس نے آداب ضائع کیے وہ اس جگہ سے ہی دور ہے جسے قرب گمان کیا جاتا ہے اور اس جگہ سے مردود ہے جس جگہ قبول کی امید ہے۔ ۲

آداب الاوقات:

بزرگوں کے یہاں اوقات کے آداب سے مراد وہ حقوق ہوتے ہیں جو ان اوقات کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں، یعنی وظائف، عبادات ظاہر، نماز روزہ وغیرہما اور معاملات باطنہ جن کا تقاضہ بندے کے احوال کرتے ہیں، حضرت سیدی ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بندے کے اوقات صرف چار ہیں: (۱) نعمت (۲) بلا (۳) طاعت (۴) معصیت۔ اللہ تعالیٰ کا ہر بندے پر ہر وقت میں عبودیت کا ایک حصہ ہے بحکم ربوبیت یعنی وہ ہر گھڑی پالتا ہے لہٰذا یہ پرورش کرنا بندے پر عبودیت کو ثابت کرتا ہے کہ بندے پر حق ہے کہ وہ اس کی بندگی کرے؛ لہٰذا جس کا وقت بندگی میں گذرتا ہے اس بندے کو چاہیے کہ اس کے قلب وذہن میں بسا رہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے طاعت کی ہدایت اور توفیق دی اور جس کا وقت گناہ اور معصیت میں گذرے تو حق اللہ کا تقاضہ ہے کہ بندہ استغفار کرے اور ندامت کے آنسو بہائے اور جس کا وقت نعمت میں گذرے اس کا تقاضہ شکریہ اور اللہ تعالیٰ سے بندے کے دل کا خوش

ا۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۲۵

۲۔ ایضاص:۲۵

ہونا ہے اور جس کا وقت بلا اور آزمائش میں گذرے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے یعنی رضا بالقضا اور صبر۔ ۱؎

حدیث شریف میں ہے ”جسے نعمت ملی اس نے شکر کیا، جو مبتلاے آلام ہوا اس نے صبر کیا اور جس پر ظلم ہوا اس نے معاف کر دیا یا ظلم کیا تو مغفرت طلب کی۔ اتنا فرما کر سرکار علیہ السلام خاموش ہو گئے، لوگوں نے عرض کیا: ایسے اشخاص کے لیے کیا ہے؟ فرمایا ان کے لیے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“ ۲؎

ہادی کل ﷺ:

حضرت سرورعالم ﷺ ہی راہ خدا کے ہادی ہیں آپ کے سنن و آداب کی اتباع ہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے چنانچہ بزرگوں نے سخت تاکید فرمائی ہے کہ نبوی شمائل وفضائل اور سنن وآداب کا تفصیل سے علم حاصل کیا جائے اور مکمل پیروی کی جائے، حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ولا تعدل عن متابعته بأن تترك شيئا من الآدب والسنن من غير عذر لما علمت أن متابعتهٗ أصل كل خير و سعادةٍ“ ۳؎ یعنی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی متابعت سے اعراض نہ کرنا کہ تم بغیر عذر آداب و سنن میں سے کچھ چھوڑ دو کیوں کہ تم نے جان لیا کہ حضور جان جہاں ﷺ کی متابعت ہی ہر خیر وسعادت کی اصل اور جڑ ہے، آگے فرماتے ہیں عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے ادب میں سستی کی اسے سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملی اور جس نے فرائض میں

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۲۶

۲۔ ایضا ص:۲۶

۳۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۲۶

سستی کی اسے معرفت سے محرومی کی سزا کا شکار ہونا پڑا۔ [۱]

جملہ سلاسل کتاب وسنت سے مقید ہیں:

صوفیہ کرام علیہم الرضوان کے سلاسل اگرچہ اپنی بعض خصوصیات میں متعدد و متفرق ہیں جیسا کہ فقیر مجددی عفی عنہ نے اس کو تفصیل سے کتاب **"اختلاف سلاسل کے اسباب"** میں بیان کیا ہے لیکن اس کے باوجود سب کی اصل کتاب وسنت ہے کوئی بھی ان سے خارج نہیں بلکہ سب انھیں پر مرتب۔ حضرت امام ابو القاسم نصر آبادی قدس سرہ سرہٗ فرماتے ہیں "اصل التصوف ملازمة الكتاب و السنة و ترك الاهواء والبدع و تعظيم حرمات المشائخ و الملازمة على الاورادو ترك ارتكاب الرخص و التاويلات" اصل تصوف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو لازم رکھنا، بدعات وخواہشات نفسانی کو چھوڑنا، مشائخ کی حرمتوں کی تعظیم، اورادواشغال کی پابندی اور رخصتوں وتاویلات کے ارتکاب کا ترک کرنا ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن نوری قدسرہٗ فرماتے ہیں: جس کو تم دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو علم شرعی کی حد سے باہر ہے تو اس کے قریب نہ ہونا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اور شریعت کی اتباع دنیا اور آخرت کی سعادت اور نیک بختی ہے تم بچو کہ کہیں اس کے دائرے سے نکلو، اہل اتباع شرع کے اجتماع سے جدا ہونے سے خود کو بچاو" نیز آپ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون عبودیت کو لازم رکھنا اور شریعت کی رسی کو مضبوط تھامے رہنا اور جادۂ تقوی پر استقامت ہے، پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی متابعت میں سب سے زیادہ لوگوں میں حصہ پانے والے صوفیہ کرام ہیں جس نے یہ سمجھا کہ وہ بغیر متابعت کے کسی نفع کو پہنچ سکتا ہے یا کسی مراد میں کامیاب ہو سکتا ہے تو وہ مطرود ہے۔

۱۔ ایضاص:۲۶

فرائض ونوافل:

حضور مقتدائے عالم ﷺ کی جن امور میں متابعت و پیروی کی جاتی ہے ان میں بعض فرائض ہیں اور بعض نوافل ان دونوں سے جدا جدا قرب وابستہ ہے، حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے فرزندوں نے متعدد مکتوبات میں اس قرب کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس فقیر مجددی عفی عنہ نے بھی ان بزرگوں سے نقل کر کے کتاب ''نبوت وولایت'' میں قدرے تفصیل بیان کی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرائض اس قدر اہم ہیں کہ جو قرب ان سے وابستہ ہے وہ قرب ذات ہے اور نوافل سے وابستہ قرب صفات ہے ان دونوں میں وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے، معروف و مشہور حدیث قدسی جسے حضرت امام بخاری قدس سرہٗ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ بیان فرمایا:

''إن الله تعالیٰ قال من عادلی و لیا فقد اٰذنته بالحرب و ما تقرب إلی عبدی بشیء احب إلی مما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصرہٗ الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله الذی یمشی بها وإن سألنی لأعطیته و إن استعاذ نی لاعیذنه'' جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسی شئے کے ذریعہ قریب نہیں جو مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر فرض کی اور نوافل کے ذریعہ میرا بندہ برابر میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں پس جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ چلتا ہے اگر میرا بندہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں پناہ دوں گا۔''

حدیث مذکور پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ چند امور سامنے آتے ہیں:

ا۔ ولی کی عظمت ورفعت اور خدا رسید گی۔ اس کی مخالفت وعداوت میں ہلاکت ہے۔

۲۔ قرب دو قسم کا ہے ایک وہ جو فرائض کی ادائیگی سے بندے کو حاصل ہوتا ہے دوم وہ جو نوافل کے ذریعہ میسر آتا ہے۔

۳۔ سب سے زیادہ محبوب قرب ''قرب فرائض'' ہے۔

۴۔ قرب نوافل کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور مقام محبوبیت حاصل کر لیتا ہے۔

۵۔ مقام محبوبیت پر فائز ہونے کے بعد اس کی کیا شان ہو جاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کا کان آنکھ وغیرہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہو کہ آنکھ کان وغیرہ ہو جانے کی بزرگوں نے چند تفسیریں فرمائی ہیں: ایک یہ کہ جس طرح بندہ اپنی حاجات انھیں کے ذریعہ پورا کرتا ہے یعنی جس طرح آنکھ سے کسی کو دیکھنے کی حاجت ہوتی ہے تو ارادہ کرتے ہی آنکھ اٹھ جاتی ہے اور دیکھ لیتی ہے۔ اسی طرح کان سے کسی چیز کو سننے کا ارادہ کرتا ہے تو کان فوراً سن لیتا ہے اسی طرح جو بندہ نوافل میں مشغول رہتا ہے اور مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے تو وہ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حاجت ان اعضاء سے تیز پوری کر دیتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضا کا محافظ ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی منزل پر بندہ کان سے صرف وہی سنتا ہے جس کا سننا حلال ہے آنکھ سے صرف وہی دیکھتا ہے جس کا دیکھنا حلال ہے، ہاتھ سے صرف وہی پکڑتا ہے جس کا پکڑنا حلال ہے، پیر سے صرف اسی کی طرف چلتا ہے جس تک جانا حلال ہے، مقصود یہ کہ ایسا بندہ خواہشات و شہوات سے منقطع اور لاتعلق ہو جاتا ہے، طاعات میں مستغرق رہتا ہے اور اپنے اعضا و جوارح صرف ان میں استعمال کرتا ہے جن کے لیے انھیں پیدا کیا گیا، بزرگوں نے فرمایا کہ حدیث میں اشارہ ہے کہ محبت الٰہی کا دروازہ تقرب بالنوافل ہے۔

فقیر مجددی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ حدیث مذکور میں ایک اس تاویل کی بھی گنجائش ہے کہ مراد یہ ہے کہ بندہ جب خاص قرب حاصل کر لیتا ہے اور یہ اعضا و جوارح جب تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہیں تو ان کی قوتیں اس قدر ہو جاتی ہیں کہ ہزاروں کوس دور کان سن لیتے ہیں ہزاروں میل

دور آنکھ دیکھ لیتی ہے پل میں ولی بطریق "طی ارض" کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے، جو زبان سے نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے، نگاہ قہر و غضب پڑ جاتی ہے تو اشاروں میں بستیاں کی بستیاں الٹ جاتی ہیں، اللہ والوں خاص کر متقدمین بزرگوں کے تصرفات و کرامات پڑھیے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان کے اعضا و جوارح میں کس قدر قدرت الٰہیہ کی تجلیات موجزن ہو جاتی ہیں کہ پل میں وہ کر گذرے ہیں کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۶۔ توکل:

اہل اللہ نے جن امور کی خصوصیت سے وصیت کی ہے انھیں میں سے توکل بھی ہے قرآن و سنت میں توکل کی مختلف مواقع پر تاکید فرمائی گئی ہے اور اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ اور توکل کریں نیز ارشاد باری تعالی ہے "وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَحَسْبُہٗ" [۱] جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے، نیز ارشاد ربانی ہے "فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ" [۲] جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔"

حضرت امام بخاری وغیرہ نے اپنی صحیح میں بیان فرمایا کہ جو ستر ہزار بلا حساب جنت میں جائیں گے وہ وہی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ پر توکل حاصل ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے کتب تفاسیر و احادیث و تصوف) مختلف بزرگوں نے توکل کے اپنے اپنے حال کے اعتبار سے متعدد معانی بیان فرمائے، حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "تدبیر نفس کو چھوڑ دینا اور حول و قوۃ سے خالی ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں کوئی حول و قوۃ نہ جانے توکل ہے، یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

حضرت ابوبکر دقاق قدس سرہٗ فرماتے ہیں: بس ایک دن جینے کا انتظام کر لینا اور کل کی فکر کو ترک کر دینا توکل ہے۔" بعض نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے کمانا ترک کر

۱۔ سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۳

۲۔ سورۃ آل عمران: ۳/ ۱۵۹

دینا توکل ہے۔'' حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ ''اعتماد القلب علی الوکیل الحق وحدہ'' ایک اللہ پر دل کا بھروسہ کر لینا توکل ہے۔ [۱]

آج ہماری اکثر پریشانیوں اور مشکلات کا سبب عدم توکل ہے ہم اس عالم اسباب میں رہتے ہیں اور اکثر اشیا کو اسباب سے مربوط اور وابستہ پاتے ہیں، کھیت میں بیج ڈالتے ہیں، اگتا ہے فصل تیار ہوتی ہے اس طرح ہمیں اناج ہاتھ آتا ہے، بیمار ہوتے ہیں دوائیں استعمال کرتے ہیں مرض دور ہو جاتا ہے، اشیاء عام طور پر اسباب کے تحت وجود میں آتی ہیں مومن کی شان یہ ہے کہ وہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے اسی نے دواؤں میں ازالہ مرض کی تاثیر رکھی ہے وہی اناج دیتا ہے وہی بارش برساتا ہے فاعل حقیقی وہی ہے اسی کی مشیت سے اسباب کے تحت اشیا وجود میں آتی ہیں اس نے جب چاہا حضرت آدم کو بلا ماں باپ پیدا فرما دیا جب چاہا حضرت عیسیٰ کو بلا باپ وجود بخش دیا علی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام۔ دواؤں کی تاثیر اس کی مشیت سے ہے آخر کیا بات ہے کہ ایک ہی دوا کسی مرض سے شفا دیتی ہے اور وہی دوا اسی مرض میں کبھی ناکام ہو جاتی ہے؟ بیج بونے کے بعد بھی کبھی فصل نہیں اگتی اور کبھی بہت اچھی پیداوار ہوتی ہے؟ یہ کافرانہ ومشرکانہ نظریہ ہے کہ اسباب میں تاثیر حقیقی اعتقاد کر لی جائے؟ ایمانی تقاضہ یہ ہے کہ اسباب کے پیچھے مسبب الاسباب پر کامل نظر رکھے آج عام طور پر مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد نہایت کمزور ہو گیا ہے، انھیں خدائے تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل یقین نہیں اس لیے وہ اسباب پر اعتماد کرتے ہیں اور اب اس معاملہ میں حرام وحلال کی پرواہ ہی ختم ہو گئی ہے، حد تو یہ ہے کہ قوم کے دینی رہنمائی کے ٹھیکدار بھی اب نیتاؤں، مالداروں اور حکمرانوں پر تو اعتماد کرتے ہیں لیکن خدائے کارساز پر نہیں اسی لیے ذلت ورسوائی کے سوا اب کچھ نہیں۔

درجات:

توکل کے بے شمار درجات ہیں جس بندے کو جیسا خدائے قدیر پر اعتماد ہے، بھروسہ ہے

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص: ۳۰

ویسا ہی وہ فیض یاب ہے۔ حدیث قدسی ہے ''انا عند ظن عبدی بی'' یعنی میں بندے کے ساتھ ویسا معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ ہمارے بارے میں گمان کرتا ہے۔

حدیث صحیح تو ہے ہی لیکن تجربہ بھی ہے آپ اپنے رب پر سچا اعتماد کریں وہ رحیم و کریم آپ کے اعتماد کی ضرور لاج رکھے گا۔ آپ دل میں یقین رکھیں کہ ہمارا رحیم و کریم خدا ہمیں گمراہ نہیں کرے گا تو وہ نہیں کرے گا، آپ یقین رکھیں کہ وہ ذلیل نہیں کرے گا تو نہیں کرے گا، آپ کو پورا اعتماد ہو کہ وہ ہمیں اور ہماری اولاد کو بھوکا نہیں رکھے گا تو وہ بالکل انھیں بھوکا نہیں رکھے گا آپ کو یقین ہو کہ وہ بیماری سے شفا دے گا تو ضرور دے گا۔

جن بندوں نے اس پر کامل اعتماد کیا ان کے لیے آسمانوں سے کھانے کی تھال آئے، ایسے ایسے متوکلین ہوئے جنھوں نے کبھی کسی طبیب اور ڈاکٹر سے اپنا حال نہیں بتایا نہ دوا استعمال کی وہ بھی دور ابتلا سے نکل کر صحت یاب ہوئے، سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا ''من این تاکل''؟ آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ فرمایا: ''مولائی یطعم الکلب و الخنزیر افتریٰ أن لأ یطعم ابا یزید؟'' میرا مولی کتے اور خنزیر کو کھلاتا ہے تو تم سمجھتے ہو کہ وہ بایزید کو نہیں کھلائے گا؟ [۱]

رسول ﷺ نے فرمایا: جو سب سے کٹ کر اللہ کا ہو رہا ہے اللہ اس کے ہر مؤنت (خرچ یا محنت) کے لیے کافی ہے اور اسے اس جگہ سے روزی دے گا جہاں گمان بھی نہ ہو گا اور جو دنیا کا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے حوالے کر دیگا۔'' [۲]

اکتساب افضل ہے یا توکل:

ذریعہ معاش کو اختیار کرنا اور روزی کمانا جسے اکتساب کہتے ہیں افضل ہے یا توکل؟ یعنی ذرائع معاش نہ اختیار کرنا اور ان سے اعراض کرنا؟ بزرگوں کے اس میں تین قول ہیں:

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۳۰

۲۔ ایضاص:۳۰

۱۔ توکل افضل ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اہل صفہ کا حال ہے۔

۲۔ بعض کے نزدیک اکتساب افضل ہے، ان کے نزدیک توکل کے مقابل وہ اکتساب افضل ہے جو جمع مال کے لیے نہ ہو اور نہ یہ اعتقاد ہو کہ اکتساب رزق لائے گا اور نفع پہنچائے گا بلکہ جو ان نوافل سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، سورہ جمعہ میں ارشاد خداوندی ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ [۱] یعنی جب نماز جمعہ ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔'' اس میں فضل سے مراد رزق ہے۔

تیسرا قول جو کہ مختار ہے جیسا کہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہے جس شخص کی یہ حالت ہو کہ وہ ترک کسب کر کے خود کو ذکر و فکر اور عبادت وغیرہ کے لیے فارغ کرے گا اور کسب اس میں خلل انداز ہو گا اور تشویش قلب کا باعث ہو گا تو ایسے شخص کے لیے توکل افضل ہے کیوں کہ توکل میں صبر اور مجاہدۂ نفس ہے اور جو شخص اس حالت اور پوزیشن کا نہیں ہے بلکہ اسے لوگوں سے امیدیں ہوں گی کہ لوگ ہمارے لیے کچھ لائیں اور قلب مضطرب رہتا ہے، تنگی رزق کے وقت غیظ و غضب میں مبتلا ہو گا تو ایسے شخص کے لیے کسب افضل ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا کہ توکل رسول اللہ ﷺ کا حال ہے اور کسب آپ کی سنت ہے پس جو آپ ﷺ کے حال سے کمزور ہو اسے چاہیے کہ وہ آپ کی سنت پر چلے۔

تنبیہات:

توکل کے عام طور پر معنی ترک کسب کے لیے جاتے ہیں یعنی روزی نہ کمانا اس معنی کر عیالدار آدمی کے لیے توکل جائز نہیں ہے اور بزرگوں کے نزدیک توکل دوسرے معنی میں ہے کہ اسباب اختیار کرے مگر نظر مسبب الاسباب پر ہو، اس معنی کر جو ذریعہ معاش اختیار کیے ہوئے ہے مگر نظر رزاق پر ہے تو وہ بھی متوکل ہے۔ اسی لیے 'سلالم الفضلاء' میں امام سیوطی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک کسب توکل کے خلاف اور منافی نہیں ہے بلکہ

۱۔ سورۃ الجمعۃ: ۱۰/۶۲

بندہ بیک وقت متوکل اور مکتسب دونوں ہو سکتا ہے بایں طور کہ جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے اس پر راضی رہے اوراس سے زیادہ کی لالچ نہ کرے۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس قوم سے فرمایا جو کماتے نہیں تھے اور توکل کا دعویٰ کرتے تھے کہ ”متوکل تو وہ ہے جو بیج زمین میں بوئے اور خدا پر بھروسہ کرے۔“ ۱

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توکل سرکار علیہ السلام کا حال ہے اور کسب آپ کی سنت ہے، جس کا حال اچھا ہو گا وہ سنت نہ چھوڑے گا۔ ۲

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسباب پر قدرے تفصیل سے بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس بیان سے واضح ہو گیا کہ توسط اسباب توکل کے منافی نہیں جیسا کہ ناقصوں نے گمان کیا ہے بلکہ توسط اسباب میں کمال توسط ہے۔ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے معاملہ کو حق سبحانہ کے حوالہ کرتے ہوئے رعایت سبب کا توکل نام رکھا ہے یعنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور سبب کی رعایت بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا:

یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ ۳ یعنی اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور متفرق درازوں سے داخل ہونا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا بیٹوں کو یہ حکم اس لیے تھا کہ وہ نظر بد سے محفوظ رہیں، ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں انھوں نے سبب کو ملحوظ رکھا پھر معاملے کو بارگاہ الٰہی کے حوالے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمَآ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ ۚ وَ عَلَیۡہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۴

۱۔ سلالم الفضلا بر حاشیہ کفایۃ الاتقیاء ص:۳۰

۲۔ ایضا ص:۳۰

۳۔ سورۃ یوسف: ۱۲/ ۶۷

۴۔ سورۃ یوسف: ۱۲/ ۶۷

میں تم سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ اور قضا دفع اور دور نہیں کرتا ہوں حکم تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے اسی پر میں نے توکل کیا اور چاہیے بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس معرفت کی اللہ تعالیٰ نے تحسین فرمائی اور اپنی عطا قرار دیا۔ دیکھئے سورہ مذکور۔

معلوم ہوا کہ توکل کے درجات ہیں اور اللہ والوں کے مختلف احوال ہوتے ہیں وہ مختلف اوقات میں مختلف احوال و کیفیات سے دوچار ہوتے ہیں اسی وجہ سے توکل کے تعلق سے کتب سوانح میں بزرگوں کے مختلف احوال اور درجات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جو سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں وہ اسباب سے کوسوں دور ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جیسا کہ وہ اس کے ساتھ گمان رکھتے ہیں جیسا کہ خود حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ایک دوسرے مکتوب سے ظاہر ہے، ایسے حضرات کے کام بلا سبب ہوتے ہیں ان کے لیے آسمانوں سے کھانے کے تھال آتے ہیں ایسے حضرات کو اس جماعت میں شمار کیا گیا ہے جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ امام بخاری وغیرہ نے بیان فرمایا۔

دوسرے وہ حضرات ہیں جن کا نزول کافی کامل ہوتا ہے ایسے حضرات بہت با کمال ہوتے ہیں جو بھروسہ تو صرف مسبب الاسباب جل وعلا پر کرتے ہیں، لیکن اس عالم اسباب میں رعایت سبب بھی رکھتے ہیں یہ وہی بڑے لوگ ہیں جن کو آپ نے ابھی حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کلام سے پڑھا اس میں اور بھی بڑی پیاری بحثیں ہیں جن کو بزرگوں کے کلام سے جانا جا سکتا ہے۔

اسباب ووسائط:

اللہ تعالیٰ کو چوں کہ اس دنیا کو دار ابتلا وامتحان بنانا تھا، اس نے حکمت بالغہ سے مسببات اور اشیا کے حصول کو عموما اسباب سے مربوط کر دیا، کفار ومشرکین نے انھیں اسباب کو مؤثر حقیقی گمان کر لیا، آج ان کفار کی صحبتوں اور علوم شرعیہ سے دوری کی وجہ سے بہت سے مسلمان بھی اسباب کو موثر سمجھ کر اختیار کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسباب پر اعتماد بڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ

پر کم بلکہ ختم سا ہو گیا۔ ہم اس مضمون کے آغاز میں قدرے کچھ اس تعلق سے بیان کر چکے ہیں، ذات خداوندی پر عدم اعتماد سے جو نتائج برآمد ہو رہے ہیں وہ ضلالت کی طرف لے جانے والے، گمراہ کن اور بندوں کو مشکلات میں مبتلا کرنے والے ہیں، اسباب و وسائط کے اختیار کرنے اور نہ کرنے اور ان میں تاثیر و عدم تاثیر کے تعلق سے صوفیہ کرام و علماے عظام نے کافی طویل ابحاث سپرد قلم فرمائی ہیں حضرت امام محمد غزالی قدس سرہٗ نے اس کو آخر تک پہنچا دیا۔ ہم حضرت مجدد قدس سرہٗ کا مختصر کلام ایک قول فیصل کی حیثیت سے سپرد قلم کرتے ہیں جو حق و ہدایت کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ بندوں کی صحیح رہنمائی فرمائے تا کہ یہ اسے صحیح پہچانیں۔

ایک غلط فہمی:

معلوم ہو کہ بعض متکلمین نے ممکن اور واجب جل وعلا کے درمیان وہ نسبت خیال کر لی جو کوزہ اور اس کے بنانے والے کے درمیان ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے یہ گمان کر لیا کہ ممکن عدم سے وجود میں آنے میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، بقا میں محتاج نہیں، جس طرح کوزہ اپنے وجود میں اپنے فاعل (کلال) کا محتاج ہے بقا میں نہیں جب کہ یہ فکر صریح قرآن کے خلاف تھی رب کائنات جل وعلا فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ [۱] اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز محمود و پسندیدہ ہے۔“

ان اہل علم نے چوں کہ ممکن کو بقا میں محتاج مانا اس لیے تجدد امثال کے قائل ہوئے تا کہ ممکن کا دائمی طور پر محتاج ہونا ثابت ہو جائے تجدد امثال کیا ہے؟ یہ دوسری بحث ہے، اسے اس کے مقام پر سمجھیں غرضیکہ حق یہی ہے جو جمہور متکلمین کا مذہب ہے کہ ممکن جس طرح عدم سے وجود میں آنے میں واجب کا محتاج ہے اسی طرح بقا میں بھی اپنی اسی علت کی محتاج سے جو اسے وجود میں لائی ہے (علت موجدہ) اس کی دلیل یہ ہے کہ بقا نام ہے زمان ثانی میں

۱۔ سورۃ فاطر:۳۵/۱۵

وجود کا اور ممکن جب وجود کے لیے زمان اول میں مقتضی نہیں تو زبان ثانی میں وجود کا مقتضی کیونکر ہو گا کیوں کہ اقتضاء زمانوں کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتا ہے۔ پس جب تک ممکن پرواجب کی طرف سے افاضہ وجود ہے تب تک وہ موجود اور ہو گا اور جب فیضان منقطع ہو جائے گا تو ممکن کا کوئی اثر نہ رہے گا۔ا؎

حضرت مجدد قدس سرہٗ فرماتے ہیں سارے ممکنات کیا جواہر، کیا اعراض، کیا اجسام، کیا عقول، کیا نفوس، کیا افلاک اور کیا عناصر؟ سب قادر مختار جل وعلا کی ایجاد سے وابستہ ہیں کہ وہ ان کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور جس طرح یہ سب (مذکورہ) چیزیں وجود وحادث پیدا ہونے میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں تو بقا (پیدائش کے بعد باقی رہنا) میں بھی اس سبحانہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اسباب ووسائط کو اس سبحانہ نے اپنے فعل کا نقاب بنادیا اور حکمت کو وجود قدرت کا وسیلہ فرما دیا کیوں کہ ارباب ذہانت وفطانت جن کی بصیرت (چشم باطن) انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات کی متعابعت کے سرمہ سے سرمگیں ہے جانتے ہیں کہ اسباب ووسائل جو کہ وجود وبقا میں باری تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اسی سے ثبوت وقیام رکھتے ہیں اور اسی سے وابستہ ہیں اور درحقیقت جماد محض ہیں دوسرے میں جو کہ جماد محض ہونے میں انھیں جیسا ہے وہ کس طرح اثر ڈالیں گے اور دوسرے کا احداث واختراع (وجود عطا کرنا اور پیدا کرنا) کیسے کریں گے؟ ان کے پس پردہ ایک قادر ہے جو کہ ان کو وجود میں لاتا ہے اور ان کے لائق کمالات عطا کرتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے اہل عقل وخرد جماد محض سے کوئی فعل دیکھتے ہیں اس جگہ سے اس جماد محض (پتھر) کے فاعل ومحرک کا سراغ لگا لیتے ہیں کیوں کہ جانتے ہیں کہ فعل اس جماد کے لائق نہیں اس کے پیچھے کوئی فاعل ہے جو کہ اس فعل کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، پس بے جان (جماد محض) کا فعل اہل عقل وخرد کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کے لیے نقاب وحجاب نہ بن سکا جب کہ وہ فعل اس کی جمادیت کے پیش نظر فاعل حقیقی پر دلیل ہو گیا، پس اسی طرح یہ بھی، ہاں احمق کی

ا۔ کمافی حاشیۃ المکتوب،۲۶۶، ناقلاً عن مکاتیب قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سمجھ میں فعلِ جماد فاعلِ حقیقی کے فعل کے لیے نقاب وحجاب ہے کہ کمال درجہ کی کند ذہنی کی وجہ سے جماد محض کو ہی اس فعل کی وجہ سے صاحب قدرت جان لیا اور فاعل حقیقی کا انکار کر دیا۔ [1]

[1]

فائدہ:

جو جاہ ومال وغیرہ مخلوق کے پاس ہے اس کے حصول کے لیے خود کو ان کے سامنے ذلیل کرنا اور ان کی طمع کرنا بزرگوں نے کبھی پسند نہ کیا، بلکہ ان کے یہاں یہ نہایت قبیح عادتوں سے ہے، اس طمع سے بچنے کے لیے دو ہی راستے ہیں ایک توکل دوسرے ذرائع آمدنی اختیار کرے اور اسباب مال کے ذریعہ مال کمائے جب کہ اس کے پاس بھی وہی ہو گا جو دوسروں کے پاس ہے تو یہ اس کی طمع میں خود کو ان کے سامنے ذلیل نہیں کرے گا۔

کفایہ میں ہے ”لا تبذلنّ لأبناء الدنیا عرضك الشریف حال کونك طامعا فی مالھم و جاھھم و حال کونك متذللاً بالتردد فی خدمتھم والاعانة علی اغراضھم والثناء علیھم والدعاء لھم و اظھار حبھم و تکثیر جمعھم فان ذلك من اثر محبة الدنیا و تعظیمھا فی قلبه و من احبھا و عظمھا فإنه یعظم من اقبلت الدنیا علیه و یتمنی أن ینال منھا ما نال وھذہ صفة عبید الدنیا و عبید ھواھم“ [2]

یعنی دنیا داروں کے لیے اپنی شرف والی عزت یا جان نہ خرچ کرو اس حال میں کہ تم ان کے مال وجاہ کی تمنا کر رہے ہو اور دراں حالیکہ تم اظہار ذلت کر رہے ہو ان کی خدمت میں آمد ورفت دیکھ کر اور ان کے اغراض پر اعانت اور ان کی تعریف وثنا اور ان کے لیے دعا اور ان کی محبت کا اظہار اور ان کی جمعیت کو بڑھانا اور زیادہ کرنا کیوں کہ یہ سب اس کے دل میں دنیا کی محبت اور اس کی تعظیم کا اثر ہے اور جس نے دنیا سے محبت اور اس کی تعظیم کی تو یہ اس کی تعظیم کر رہا ہے جس پر

۱۔ مکتوب ۲۶۶ دفتر اول

۲۔ کفایۃ الاتقیاء ص: ۳۲

دنیا متوجہ ہو چکی ہے اور یہ تمنا کر رہا ہے کہ دنیا سے وہ پالے جو اس نے چاہا، دنیا کے غلاموں اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کی یہی صفت ہے۔

معلوم رہے درویش کبھی اپنے لیے بلا عذر صحیح کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت بشر فرمایا کرتے تھے کہ فقراء تین قسم کے ہیں۔

۱۔ ایک وہ فقیر جو مانگتا نہیں اور اگر دیا جائے تو لیتا نہیں یہ روحانیوں کے ساتھ علیین میں ہوگا۔

۲۔ دوم وہ فقیر جو مانگتا نہیں اور اگر دیا جائے تو لیتا ہے ایسا فقیر مقربین کے ساتھ جنات فردوس میں ہوگا۔

۳۔ سوم وہ فقیر جو حاجت کے وقت مانگتا ہے۔ یہ ارباب یمین سے صادقین کے ساتھ ہوگا۔

سارے صوفیہ کرام کا اتفاق ہے کہ مانگنا بری اور مذموم چیز ہے اور فاقہ کے باوجود بھی مانگنا درجات میں گراوٹ کا سبب ہے۔

۷۔ اخلاص:

وصایا تسعہ سے ایک امر اخلاص ہے اس کا تعلق اعمال قلبیہ سے ہے اور یہ ایسا رکن اعظم ہے کہ ساری طاعات وعبادات کی قبولیت اسی پر موقوف ہے اسی لیے قرآن نے جگہ جگہ اخلاص کی تاکید فرمائی اور ارباب اخلاص کے مراتب اور اوصاف و کمالات بیان فرمائے۔

چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ [۱]

یعنی انھیں نہیں حکم دیا، مگر یہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

۱۔ سورۃ البینۃ: ۹۸/۵

۲۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [1]

خبردار! اللہ تعالیٰ کے لیے، دین خالص ہے۔

حضور سرورعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

۱۔ اپنے دین کو خالص کرلو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ [2]

۲۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا: هو الإخلاص لله تعالیٰ "ایمان تو اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا ہے۔ [3]

۳۔ جان عالم ﷺ فرماتے ہیں: لا يقبل الله من الاعمال إلا ما كان خالصا له وابتغى بها وجهه" [4] یعنی اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہو اوران اعمال سے اس کی رضا چاہے۔

۴۔ حضور دانائے ما کان ومایکون ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے چالیس دن خالص کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے چھوڑ دیتا ہے۔ [5]

۵۔ رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں: جس نے اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے اخلاص پر دنیا کو چھوڑا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی تو وہ دنیا کو اس حال میں چھوڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔ [6]

معنیٰ اخلاص:

۱۔ سورۃ الزمر: ۳۹/۳

۲۔ کفایۃ ص:۳۲

۳۔ کفایۃ ص:۳۲

۴۔ کفایۃ ص:۳۲

۵۔ کفایۃ ص:۳۲

۶۔ کفایۃ ص:۳۲

جملہ طاعت و اعمال سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اسے راضی کرنا اسی کا نام اخلاص ہے اگر کوئی نیک عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگوں کو دکھائے یا نیت یہ ہو کہ لوگ ہماری تعریف کریں یا ان سے طمع مال وغیرہ ہو تو ایسا عمل اخلاص سے نکل کر شرک خفی کے درجہ میں آجاتا ہے اور ایسا کرنے والا سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ بزرگوں سے اخلاص کے متعدد معانی منقول ہیں ایک تو وہی جو مذکور ہوا۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کا سکون و حرکت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو نیز آپ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عقلمندوں نے اخلاص کی تفسیر میں نظر کی تو انھوں نے صرف یہی معنی پائے کہ خلوت و جلوت میں بندے کا سکون و حرکت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو کوئی دیگر چیز اس میں مخلوط نہ ہو، نہ نفس، نہ خواہشات اور نہ دنیا، حضرت سہل قدس سرہٗ کی اس تفسیر کو بزرگوں نے بہت جامع قرار دیا۔ [1]

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : الإخلاص تصفية العمل من الکدورات" گندگیوں سے عمل کو صاف رکھنا اخلاص ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: تصفية العمل من العجب" [2] عجب سے عمل کو پاک وصاف رکھنا اخلاص ہے۔ (اپنے اعمال پر التفات اور نظر کا نام عجب ہے)

نیز فرمایا گیا کہ دوام مراقبہ اور سارے حظوظ کو بھلا دینے کا نام اخلاص ہے۔

درجات:

بزرگوں نے اخلاص کے تین درجے بیان فرمائے۔

۱۔ سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ طاعت سے مقصود صرف قرب خداوندی کا حصول ہو۔

۲۔ دوسرا درجہ یہ کہ مقصد طاعت و عمل ثواب کا حصول اور جہنم اور عقاب سے دوری ہو۔

۱۔ سلالم الفضلاء برحاشیہ کفایۃ الاتقیاء ص:۳۳

۲۔ ایضاص:۳۳

۳۔ تیسرا درجہ کہ عمل اس لیے کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں لوگوں سے بے نیاز کردے جیسے کوئی سورہ واقعہ اس لیے پڑھتا ہے تاکہ فاقہ نہ ہو یہ مرتبہ دنیا کہلاتا ہے مگر اس مرتبہ کا حامل بھی مخلص شمار ہوتا ہے۔ [۱]

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عمل صرف تقرب خداوندی کے لیے نہیں بلکہ اس کے ساتھ کوئی غرض دنیا بھی شامل ہو جیسے کوئی بہ نیت تقرب روزہ رکھے اور ساتھ میں یہ نیت بھی ہو کہ ہمیں اس سے نفع حاصل ہو یا جیسے کوئی شخص غلام آزاد کر رہا ہے اس لیے تاکہ اس کے اخراجات (کھانا پانی وغیرہ) سے چھٹکارا یا اس کی بد خلقی سے نجات حاصل ہو جائے، اسی طرح کوئی شخص رات کی نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ نیند اور اونگھائی نہ آئے تاکہ ہم اہل وعیال اور گھر کی نگرانی کر سکیں یا علم اس لیے حاصل کرتا ہے تاکہ قبیلہ میں اور اعزاو اقرباء اور دیگر لوگوں میں عزت سے دیکھا جائے۔ حضرت سید عبد اللہ حداد قدس سرہٗ نصائح میں فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف تقرب الٰہی اور اس کی رضا و ثواب کی طلب کے لیے عمل کرتا ہے وہ مخلص ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرے وہ ریا کار ہے اور اس کا عمل غیر مقبول ہے اور جو صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرے اگر لوگ نہ ہوں تو بالکل عمل ہی نہ کرے اس کا معاملہ نہایت خطرناک، ہولناک اور اس کی ریا کاری منافقین کی ریا کاری ہے۔ [۲]

ریا کاری:

اخلاص کو برباد کرنے والی چیز ریا کاری ہے 'تحفۃ الخواص' میں فرمایا: زیادہ فعل عبادت جو اس نیت سے کیا جائے تاکہ لوگ ہمارے اس فعل پر مطلع ہوں اور مال، یا جاہ یا مدح حاصل کرے، علمائے کرام نے اسے کبیرہ گناہوں سے قرار دیا اور فرمایا: کل عملٍ خالطه الريا فهو

۱۔ کفایۃ ص: ۳۳۳

۲۔ کفایۃ ص: ۳۳۳

باطل" ہروہ عمل جس میں ریا شامل ہو جائے باطل ہے یہ حکم اس کا ہے جو خالص ریا پر مشتمل ہو[1] لیکن وہ عمل جس میں تقرب خداوندی کے علاوہ کوئی اور مقصد بھی شامل ہو جیسے کسی نے حج کیا تجارت کے ساتھ، یا طہارت وضو وغسل کیا لیکن اس سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی بھی نیت کر لی وغیرہ وغیرہ جیسا کہ گذر گیا اس میں علما فرماتے ہیں اتنی مقدار میں ثواب ہے جتنا آخرت کا قصد ہے اگرچہ مغلوب صحیح۔

ریا ایک ایسا فعل بد ہے جو سارے اعمال میں داخل ہو جاتا ہے حتی کہ درود پڑھنے میں بھی، ریا کاری کی مذمت قرآن وسنت میں کثرت سے بیان فرمائی گئی ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا[2] یعنی جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

۲۔ نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ[3] یعنی جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے گا ہم اس کی کھیتی بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم دنیا سے اسے دیں گے اور اس کے لیے آخرت سے کوئی حصہ نہیں۔

۳۔ خدائے وحدہ لاشریک فرماتا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ[4] خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے سے بھول کرتے ہیں، جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں منع کرتے ہیں۔

۱۔ سلالم الفضلاء برحاشیہ کفایۃ ص:۳۳

۲۔ سورۃ الکہف: ۱۸/ ۱۱۰

۳۔ سورۃ الشوریٰ: ۲۰

۴۔ سورۃ الماعون: ۱۰۷/ ۴۔۷

ارشادات نبوی:

۱۔ رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں تو جس نے میرے لیے عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کر لیا تو میں اس سے بری ہوں اور میرا حصہ میرے شریک کے لیے ہے۔ [۱]

۲۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

۳۔ حضور سراپا نور ﷺ فرماتے ہیں: جس نے عمل آخرت کے عوض دنیا طلب کی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو مسخ کر دے گا اور اس کا ذکر مٹادے گا اور اس کا نام دوزخ میں لکھ دے گا۔ [۲]

ان سب کی تفصیل کے لیے دیکھئے، احادیث کی کتب مبسوط اور تفصیلی کتب تصوف خاص کر احیاء العلوم شریف۔

ابتلاے عام:

امام محمد غزالی قدس سرہٗ نے ریاکاری کے درجات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آج اس مرض میں ابتلاء عام ہے اور عموماً ہر ایک کسی نہ کسی موقع میں اس میں مبتلا ہے آج اکثر تو وہ ہیں جو کھلے ہوئے ریاکار ہیں، دنیا دار اپنی امداد واعانت کو اور نیتا و لیڈر اپنی خدمات کے تو جگہ جگہ چرچے کرتے ہی رہتے ہیں لیکن اکثر علماء ومشائخ بھی ایسے ہی محفل میں اتنی خدمات بیان کرنے لگے ہیں کہ سننے والے تھک جاتے ہیں مگر وہ بیان سے نہیں تھکتے، تقریروں میں، تحریروں میں، نجی محافل میں اور سیٹھوں کے سامنے ہر جگہ اپنی خدمات سے خود آگاہ کرتے رہتے ہیں، دوسروں سے تعریفوں کے خواہاں رہتے ہیں اور وہ بیان کر دیتے ہیں جو کرتے ہیں، اسی طرح دعوتی و تبلیغی تنظیمیں اور تحریکیں جن کا خاص مقصد لوگوں

۱۔ کفایۃ ص: ۳۴

۲۔ کفایۃ ص: ۳۴

کو اپنی طرف مائل ومتوجہ کرنا ہے وہ لوگوں کو دام میں پھانسنے کے لیے ہر حربہ کرتے ہیں اور کسی بھی ریا کاری سے باز نہیں آتے، اپنی دینی دھونس بٹھانے اور تقویٰ وپرہیز گاری کا رعب دلوں میں قائم کرنے کے لیے کیا کیا نہیں کر گذرتے؟ کسی کا مقصد جب غیر خدا ہو جاتا ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے پھر وہ سب کچھ کر گذرتا ہے اور اپنے اعمال کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ نسأل اللہ العافیہ واللہ المعین۔

ذکر محاسن:

خود اپنے محاسن ذکر کرنے کا حکم کیا ہے؟ حضرت علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اپنے محاسن کا ذکر دو قسم پر ہے: (۱) مذموم (۲) محبوب۔

مذموم اور برا یہ ہے کہ فخر کے لیے یا اپنے ہم عصر وہم جنس پر بلندی ورفعت کا اظہار کے لیے یا ان سے امتیاز اور اسی طرح، دیگر نیتوں سے ہو اور دوم یعنی محبوب وپسندیدہ وہ ہے جو کسی دینی مصلحت کی وجہ سے مثلاً نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا یا نصیحت یا کسی مصلحت کا مشورہ دے رہا ہو یا معلم ومؤدب ہو یا واعظ ومذکر یا دو کے درمیان صلح کرانے والا ہو یا اپنے آپ سے شر دفع کرنا مقصود ہو اور اسی طرح اور دیگر اچھی نیتوں سے ذکر محاسن جائز ہے [۱]۔ مگر شرط یہ ہے کہ ریا کاری کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہو، معلوم رہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی کتابوں اور مکتوبات میں باطنی مشاہدات ومکشوفات اور حقائق ومعارف کا اظہار فرمایا ہے، اس میں بھی چند مصلحتیں ہوتی تھیں خاص کر ایک تو یہ کہ مریدین ومتعلقین پر جو اس طرح کے ادراک کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں سلوک وغیرہ کے منازل ومراحل اور ان کی خصوصیات پتا چل جائیں۔

دوسرے یہ کہ تمام مریدین کو ایک مقرر ومتعین راستہ معلوم ہو جائے اور وہ اپنے مکشوفات ومشاہدات کو اسی ترازو پر تولیں جو ان کے امام وپیشوا نے مقرر کی ہے۔

۱۔ سلالم الفضلاء برحاشیہ کفایۃ ص:۳۵

تیسرا مقصد اہل ارادت کی ترغیب ہوتا کہ ان کے اندر تحصیل مقامات کا جذبہ اور طلب صادق پیدا ہو، ایک یہ بھی فائدہ ہوتا تھا کہ بعد کے لوگوں کو ان بڑوں کے مقامات و مراتب کی تعیین میں مدد مل جاتی تھی نیز امت کو جدید علوم و معارف کا خزانہ ہاتھ آجاتا تھا، اللہ والے ریا کاریوں سے ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ کبھی مقصد تحدیث نعمت بھی ہوتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس کا حق انھیں حضرات کو تھا جو نفوس زکیہ کے مالک ہوتے تھے اور کثرت مجاہدات یا 'اجتباء' و 'اصطفاء' کی بدولت بڑے منازل پر فائز ہوتے اور ان پر انکشاف حقائق ہوتا۔

تنبیہ:

اظہار طاعات کے تعلق سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ دو قسم پر ہے ایک نفس عمل کا اظہار۔ اس ظاہر کرنے والے پر دو وظیفے ہیں ایک یہ کہ ایسی جگہ ظاہر کرے جہاں اسے معلوم ہو کہ لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ دوسرا یہ کہ قلب کی نگرانی کرے کہ کسی طرح ریا دل میں داخل نہ ہونے پائے بسا اوقات اس میں ریا خفی ہوتا ہے جو اظہار کی طرف بلاتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے عمل خوبصورت کیا جائے۔ اسے پتہ نہیں ہوتا ہے اس لیے ہلاک ہو جاتا ہے۔

اظہار و طاعات کی دوسری صورت یہ ہے کہ کیا ہوا عمل لوگوں سے بیان کرے اس کا حکم پہلے ہی کی طرح ہے مگر اس میں خطرہ زیادہ ہے کیوں کہ زبان سے بیان بڑا آسان ہوتا ہے اور بیان کرنے میں کبھی مبالغہ اور زیادتی ہو جاتی ہے، بزرگوں نے فرمایا کہ دعاوی میں نفس کے لیے عظیم لذت ہوتی ہے۔

آج کا دور:

آج اکثر لوگ علم دین سے دور اور محروم ہیں اس لیے بہتیرے عالم اور پیر کہلانے والے جہالتوں سے فائدے اٹھا کر اپنے محاسن بیان کر کے گرویدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اب نہ تو مشائخ میں روحانیت و طریقت ہے نہ علوم طریقت سے آگاہی نہ اکثر علما کہلانے والوں میں علوم دینیہ۔ بہت سے لوگوں نے تو خوابوں پر فضائل و مناقب کی عمارتیں کھڑی کر رکھی ہیں

ہر ایک سے گذارش ہے کہ کسی کی ڈینگوں پر نہ جائے بلکہ عقائد واعمال میں علماء اہل سنت نے جو معیار مقرر کیا ہے اسی پر سب کو دیکھے اور صرف ایک دودن نہیں، نہ صرف جلوتیں اور نہ دوسروں ے سننے پر اکتفا کرے بلکہ خلوت وجلوت دونوں دیکھے، کافی دنوں دیکھے، پڑوسیوں سے خفیہ طور پر معاملات پوچھے، محفلوں میں دیکھے کہ دنیا کا بیان ہے یاذکر آخرت، سفر وحضر سب کچھ ملاحظہ کرے تب ہی اعتماد کرے اور اللہ تعالیٰ سے تضرع وزاری کے ساتھ دعائیں مانگے کہ صالحین کی صحبت عطا فرمائے صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم میں بہت سے وہ تھے جو کسی نئی جگہ جاتے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ جلیس (ساتھی) صالح اور نیک ہم نشین عطا کرے۔

اخفاے اعمال:

حضرت عبد اللہ حداد رضی اللہ عنہ نے نصائح میں فرمایا کہ جب کسی کو اپنے اعمال میں ریا کاری کا اندیشہ اور خوف ہو تو اسے چاہیے کہ چھپا کر عمل کرے اور ایسی جگہ اس طور پر عمل کرے کہ لوگوں کو اطلاع نہ ہو یہ محتاط اور زیادہ سلامتی کی چیز ہے اور مطلقاً افضل ہے یعنی عمل فی السر ہر حال میں افضل ہے حتیٰ کہ جسے ریا کا اندیشہ نہیں اس کے لیے بھی، ہاں! مخلص کامل جو قوم کا پیشوا ہو کہ جس کے کردار وعمل سے لوگ سبق حاصل کریں گے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کچھ اعمال ایسے ہیں کہ بغیر ظاہر کیے نہیں کیے جاسکتے ہیں جیسے علوم وفنون کی تعلیم وتعلم، باجماعت نماز، حج اور جہاد وغیرہ۔ جسے اندیشہ ہو کہ ان کی ادائگی کے وقت ریا شامل ہوسکتا ہے تو انھیں چھوڑے نہیں اور ریا کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ [۱]

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: خوف ریا کی وجہ سے ترک طاعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ مناسب ہے کہ عمل کرے اور اخلاص کا کوشاں رہے۔ مگر جب کہ وہ عمل ہو جس کا تعلق خلق سے ہو جیسے قضاء افتاء، امامت اور وعظ تو جب اسے علم ہو کہ اس میں خوض اور دلچسپی کے بعد قابو نہیں پاسکتا ہے بلکہ خواہشات نفس کا مالک ہوجائے گا۔ تو اس پر اعراض اور اس سے

۱۔ کفایۃ ص:۳۴

بھاگنا ضروری ہے۔ اسلاف کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا۔ [1]

طلب جاہ:

آج کل یہ مرض خصوصاً تعلیم یافتہ حضرات میں جنھیں اللہ تعالیٰ نے کچھ جاہ و منزلت دی ہے بہت بڑھتا جا رہا ہے اور ہر آدمی کو جاہ و مال کی طلب بے چین کیے ہوئے ہے اور یہی چیز اس کے انحطاط کا سبب ہے۔ رب کائنات جل وعلا فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا [2] یہ دار آخرت ہے جس کو ہم ان کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے ہیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: حب المال والجاہ ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل "مال وجاہ کی محبت دل میں ایسا نفاق اگاتی ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے۔ [3]

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں: دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیئے جائیں اتنا فساد نہیں کرتے جتنا کہ مال و جاہ کی محبت مسلمان مرد کے دین میں کرتی ہے" [4]

حضرت سیدنا ابوبکر وراق قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اگر تم لوگوں میں منزلت طلب کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس منزلت طلب نہ کرو، یعنی دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتی ہیں، جو لوگوں کے دلوں میں جاہ و منزلت کا طالب ہے اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی جاہ نہیں، معلوم رہے کہ جاہ کی طلب بہت سے اعمال کو فاسد اور تباہ کرتی ہے کیوں کہ طالب جاہ ان کی دوستی کا دلدادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ریا کاری کرتا ہے، اس کی توجہ اپنے اقوال وافعال میں ان امور کی طرف رہتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں جاہ پیدا کریں یہ عین نفاق ہے۔ یہ بھی دھیان رہے کہ جب تک

۱۔ کفایۃ ص:۳۶

۲۔ سورۃ القصص:۸۳

۳۔ کفایۃ ص:۳۶

۴۔ کفایۃ ص:۳۷

بندے کی طمع لوگوں سے وابستہ رہے گی اس وقت تک طلب جاہ سے خلاصی نصیب نہیں ہو سکتی ہے اور طمع قناعت سے ختم ہوتی ہے لہٰذا بغیر قناعت ترک جاہ مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔[1]

۸۔ عزلت:

بزرگوں کے وصایا تسعہ سے ایک عزلت بھی ہے اردو میں اس کی تعبیر گوشہ نشینی سے کر دیتے ہیں، خلق سے جدا ہو کر رہنا عزلت کہلاتا ہے، معلوم رہے کہ عزلت کے تعلق سے ہم تفصیلی کلام کتاب **"تصوف اور اس کے فوائد"** میں کر چکے ہیں کہ عزلت کے کیا فوائد ہیں؟ کیا نقصانات ہیں؟ اس طرح اختلاط کے کیا فوائد ہیں؟ اور کیا نقصانات ہیں؟ یہ کس کے لیے جائز ہے، کس کے لیے نہیں؟

کامل مشائخ طریقت بہت بڑے نباض ہوتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں کو گناہوں اور غفلتوں سے کس طرح بچایا جاسکتا ہے؟ انسان کی عادات و خصائل کی تبدیلیوں میں صحبتوں کو بہت بلکہ بہت ہی دخل ہے۔ لہٰذا ان غافلین اور اہل معاصی کی صحبتوں سے ان لوگوں کو خاص کر روکتے تھے جو دوسروں پر اپنا اثر ڈالنے کے بجائے دوسروں کا اثر قبول کر لیں۔ ایسوں کے لیے بروں کی صحبتیں زہر قاتل ہوتی ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو بدعقیدوں کی صحبتوں میں بیٹھتا ہے وہ بدعقیدہ ہو جاتا ہے اور جو بدعملوں کی صحبتیں اختیار کرتا ہے وہ بدعمل ہو جاتا ہے۔ دنیا کے دیوانوں کے پاس بیٹھنے والا عاشق دنیا ہی بنتا ہے اور نیکوں کے پاس بیٹھنے والا اکثر نیک ہی ہوتا ہے۔ قرآن وسنت میں بروں کی صحبتوں سے دور رہنے پر بہت زور دیا گیا ہے اور نیکوں کی صحبت پر ابھارا گیا ہے، ایمان و عمل بیش قیمت دولتیں ہیں ان کو بچانا ہر حال میں ضروری ہے ان کے بچاؤ کا بہتر طریقہ صالحین کی صحبتیں اور بروں سے دوری ہے۔ بزرگان دین صحبتوں کے اثرات اور ایمان و عمل کی اہمیت و عظمت اور ان کی حفاظت کے طریقوں سے اچھی طرح واقف تھے اس لیے وہ خود اپنی اور اپنی اولاد کی صحبتوں پر بہت نظر رکھتے تھے آج کل جس قدر

۱۔ کفایۃ ص: ۳۷

فرق باطلہ کا شیوع و عموم ہے وہ صرف انھیں بری صحبتوں کی دین ہے، مسلمانوں کی بڑی کوتاہیوں میں سے یہ ہے کہ اب انھیں اچھی بری صحبتوں کی نہ تمیز رہی نہ اچھوں کی قدر و قیمت اور بروں کی قباحت وشناعت، گذشتہ وہ مبارک ادوار جن میں خیر واصلاح غالب تھی نہایت کثرت سے اولیا، صوفیہ اور صالح علما تھے قدم قدم پر اچھی صحبتیں میسر تھیں اس وقت طالبان خدا وآخرت (بری) صحبتوں سے بے پناہ بچنے کی کوششیں کرتے کہ مبادا نادانستہ طور پر کہیں بروں کے دام فریب میں پھنس جائیں، ایمان و عمل کی حفاظت کے لیے بہت سے جنگلوں کا راستہ لیتے، بہت سے پہاڑوں پر اقامت اختیار کر لیتے بہت سے گمنام جگہوں پر نکل جاتے جہاں ان پر جمعہ و جماعت وغیرہ فرض وواجب نہ رہتے۔

چند اقوال:

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے: انھوں نے فرمایا کہ مردوں کے پاس نہ بیٹھو کہ تمھارے دل مر جائیں، عرض کیا گیا: مردوں سے مراد کون ہیں؟ فرمایا: دنیا سے محبت کرنے والے اور اس کی رغبت رکھنے والے۔ [1]

روایت میں ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب ے زیادہ خوف ضعف یقین کا ہے" ضعف یقین غافلوں کو دیکھنے اور اہل بطالت وقساوت کے ساتھ مخالطت اور ربط و ضبط سے پیدا ہوتا ہے۔ [2]

بعض ابدال سے جو سب سے منقطع ہو کر اللہ کے ہو رہے، کہا گیا کہ تحقیق اور وصول الی الحق کا کیا راستہ ہے؟ فرمایا: مخلوقات کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ، ان کی طرف نظر ظلمت ہے، میں نے کہا کہ نظر کے بغیر چارہ نہیں تو فرمایا کہ ان کا کلام نہ سنو کیوں کہ ان کا کلام دل کی قساوت اور سختی ہے، میں نے کہا اس سے چارہ نہیں، فرمایا: ان سے معاملات نہ کرو کیوں کہ

۱۔ کفایہ ص:۳۸

۲۔ کفایہ ص:۳۸

ان سے معاملات گھاٹا، وحشت اور حسرت ہے، میں نے کہا ان کے درمیان رہتا ہوں اس سے کیسے بچ سکتا ہوں، فرمایا: تو ان کے پاس ٹھہرو نہیں کیوں کہ یہ ٹھہرنا ہلاکت ہے میں نے کہا ہاں یہ ممکن ہے پھر ان بعض ابدال نے فرمایا: اے شخص! تو لاعبین (کھیل کرنے والے) کو دیکھتا ہے اور جاہلوں کا کلام سنتا ہے اور اہل باطل سے معاملات کرتا ہے اور اہل ہلاکت کے پاس ٹھہرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے طاعت کی حلاوت مل جائے جب کہ تیرا دل غیر اللہ کے ساتھ ہے افسوس یہ کبھی نہ ہوگا۔ ا؎

حضرت ابن عطاء اللہ قدس سرہٗ نے فرمایا: لا تصحب من لا ينهضك حاله ولا يدلك على الله مقاله" اس کی صحبت نہ اختیار کرو جس کا حال تمھیں ابھارے نہ اور جس کی گفتگو اللہ کی طرف تمھاری رہنمائی نہ کرے۔ اس کے شارح ابن عباد فرماتے ہیں: فانهاض الحال و دلالة المقال على الله صحبت کا فائدہ ہے

حال منہضہ (ابھارنے والا حال) کے معنی اس جگہ یہ ہیں کہ اس کی ہمت اور توجہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو، مخلوقات سے بلند ہو وہ اپنی حاجتوں میں پناہ نہ لے مگر اللہ کی اور اپنے امور میں بھروسہ نہ کرے مگر اللہ تعالیٰ پر، اس کی نگاہوں سے لوگوں کا اعتبار ساقط ہو جائے نہ ان سے ضرر دیکھے نہ نفع خود اس کی جان و نفس اس کی نگاہ سے ساقط ہو لہٰذا اپنے نفس کے لیے نہ کسی فعل کا مشاہدہ کرے نہ کسی نفع کا، اپنے اعمال میں شریعت کے تقاضوں پر افراط و تفریط کے بغیر جاری ہو۔ یہ توحیدی عارفوں کی صفت ہے پس ایسے شخص کی صحبت اگر اس کی عبادت و نوافل کم ہوں، ہر گھاٹے سے محفوظ، انجام کے اعتبار سے محمود ہر فائدہ دینی و دنیوی کو کھینچنے والا۔ پھر حضرت ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحبت صوفیہ کرام ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ صحبت اٹھانے والے کو کمال انتفاع حاصل ہوتا ہے اس لیے یہ حقائق توحید و معرفت میں ایسے خصائل کے ساتھ مخصوص و ممتاز ہیں جن کا کوئی دوسرا سہیم صحیح نہیں اور اس چیز کا صاحب سے

ا۔ کفایۃ ص:۳۸

مصحوب کی طرف سرایت کرنا ہی انتہائی مطلوب ہے۔ ا؎

چند احادیث:

لوگوں سے دوری، اجتناب اور ان کی صحبتوں سے بچنا یعنی عزلت کی کس زمانے میں ضرورت ہے؟ اس کو خود احادیث کریمہ سے بہ آسانی جانا جاسکتا ہے۔ چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ ''جب تم دیکھو کہ انکے عہد ختم ہو گئے (وفا چلی گئی) اور ان کی امانتیں ہلکی ہو گئیں اور وہ ایسے ہو گئے، تشبیک فرمائی یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے میں ڈالیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ پر فدا کرے اس وقت ہم کیا کریں؟ فرمایا: اپنے گھر کو لازم کر لینا، اپنی زبان اپنے آپ پر روکنا، جو دین تم پہنچانتے ہو اسے پکڑنا جو دین سے نہ لگے اسے چھوڑ دینا اور تم پر لازم ہے خاص کا معاملہ اور امر عوام کو چھوڑ دینا۔ ۲؎

۲۔ ایک روایت میں فرمایا کہ ایسا وقت ہو گا جب کہ مرد اپنے ہم نشین سے امان میں نہ ہو گا ''حین لا یأمن الرجل جلیسه'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ یہ وہ وقت ہو گا جب کہ خطیب و مقرر بہت ہوں گے، ان کے علماء کم ہوں گے مانگنے والے زیادہ ہوں گے اور ان کو دینے والے کم۔ ہر علم کے قائد خواہش کے پیرو کار ہوں گے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ ایسا کب ہو گا؟ فرمایا جب نمازیں مردہ کر دی جائیں یعنی نہ پڑھی جائیں یا وقت گذار کر پڑھی جائیں اور رشوتیں قبول کی جائیں اور دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے بیچا جائے، پس نجات طلب کرنا! افسوس! نجات طلب کرنا۔ ۳؎

جو کچھ احادیث میں فرمایا گیا اس کے تعلق سے حضرت سید بکری مکی قدس سرہٗ فرماتے

ا۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۳۸

۲۔ کفایۃ ص:۳۹

۳۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۳۹

ہیں کہ ان سب کو اس زمانے میں ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لو! (ایضا)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”إن في العزلة راحة من خلطاء السؤ“ بروں کے ساتھ اختلاط اور میل ملاپ سے تنہائی میں راحت ہے۔(ایضا)

حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ نے اپنے زمانے میں فرمایا کہ خدا کی قسم اس زمانے میں عزلت حلال ہو گئی۔(ایضا)

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر سفیان کے زمانے میں عزلت حلال ہو گئی تھی تو ہمارے زمانے میں واجب وفرض ہو گئی۔(ایضا)

حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ ہمیں کچھ وصیت کریں! فرمایا: ”لوگوں سے جان پہچان کم کرو؛ کیوں کہ ان سے چھٹکارا سخت ہے۔“

حضرت فضیل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے کہ تم اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنی جگہ چھپا کر رکھو اور قلب کا علاج کرو، جن امور کو جانتے ہو کہ دین سے ہیں انھیں لو (عمل کرو) اور جن کا دین سے ہونا معلوم نہیں انھیں چھوڑ دو۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے کفایۃ الاتقیاء وغیرہ۔

آپ کسی ایسی جگہ رہتے ہوں جہاں اسلام اور سنیت کے لیے خطرہ ہو مثلاً اس جگہ وہابیوں، قادیانیوں وغیرہ کا غلبہ ہے اور خطرہ ہے کہ خود آپ، آپ کی اولاد اور احباب وغیرہ ان سے اختلاط کی صورت میں متأثر ہو سکتے ہیں اور ان کے دام فریب میں آسکتے ہیں تو اگر ہو سکے تو جگہ ہی چھوڑ دیں ورنہ ہر حال میں ان کی صحبتوں سے بچیں اور فارغ اوقات کو گھر میں کتب دینیہ کے مطالعہ وغیرہ میں بسر کریں اور برابر اپنے اہل وعیال اور احباب کو فرق باطلہ کی صحبتوں اور ان سے اختلاط کے نقصانات سے آگاہ کریں اور عقائد حقہ کا پابند بنا رہنے پر زور دیں اور اس کی اہمیت سے آگاہ کرتے رہیں۔ اسی طرح جن اشخاص سے اسلام اور سنیت کے لیے خطرہ نہیں مگر ان کی صحبتیں بد

عملی کا باعث ہو سکتی ہیں تب بھی ان کی صحبتوں سے ہر حال میں خود کو بچائیں بوقت ضرورت و حاجت بیٹھنا پڑے تو اتنی دیر بیٹھیں جتنی ضرورت ہے باقی اپنے عزلت اور تنہائی کے اوقات کو اہل وعیال میں بسر کریں اختلاط کی صورت میں ہرگز ہرگز کبھی ان کی بری بات سے متأثر نہ ہوں اگر ہو سکے تو آپ انھیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں ورنہ دور رہیں، مذکورہ صورتوں میں عزلت ہی درکار ہے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ اسی طرح جب ایسا دور آجائے کہ اختلاط کی صورت میں وہ مال حرام یا مشتبہ میں واقع ہو سکتا ہے تب بھی عزلت ہی اولیٰ ہے۔ [1]

۹۔ حفظ اوقات:

وصایا تسعہ میں سے نہایت اہم وصیت اوقات زندگی کی حفاظت ہے، زندگی کا لمحہ لمحہ بیش قیمت ہے، یہ دنیا وآخرت کی کھیتی ہے، یہاں جو بوؤ گے وہی کاٹو گے، کوئی لمحہ گذرنے کے بعد واپس نہیں آتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ہر لمحہ طاعت میں صرف کریں طاعت میں صرف کرنے کی چند آسان اور بہت اہم صورتیں یہ ہیں:

۱۔ عقائد اہل سنت کے مطابق درست کریں ذرہ برابر کہیں کمی نہ ہو۔

۲۔ دل میں اچھے جذبات، نیک خواہشات اور عمدہ نیتیں رکھیں اور سرور عالم ﷺ اور ان کے اللہ عزوجل کی محبت بے پناہ، سب سے زیادہ پیدا کریں اور قلب و نفس کو خوب خوب تمام برائیوں، کینہ، حسد، بغض، باہمی عداوت و نفرت اور حب دنیا وغیرہ سے پاک وصاف کریں غرضیکہ رفتہ رفتہ ہی سہی باطن کی پاکی وطہارت حاصل کریں۔

۳۔ ظاہر کو ہمیشہ شریعت مطہرہ کا پابند رکھیں ہر قول و عمل میں کوشش کریں کہ سنت کے مطابق گذرے فرائض وواجبات اور سنن کی ادائیگی میں نہایت اہتمام سے کام لیں اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل وحال جن میں بھی اقتدا کی جا سکتی ہے کریں۔

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۴۱

۴۔ مباحات میں کوشش کریں کہ حسن نیت سے ادا ہوں ہمارے نبی ﷺ کے عظیم احسانات سے ہے کہ انھوں نے ہماری دنیا کو دین بنا دیا، آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو ہر حسن نیت سے ہر عمل پر اجر ملتا ہے حتی کہ اس لقمہ پر بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھتا ہے۔ اگر ہمارا کھانا، پینا، سونا، جاگنا اور بولنا چالنا وغیرہ سب حسن نیت سے ہو تو سب پر ثواب ہے اور سب طاعت میں داخل ہیں۔ تجارت و کسب، اہل و عیال کی خدمت، احباب کی اعانت، نیک مشورہ دینا، خندہ روئی سے ملنا، کمالات علمیہ و عملیہ کی تحصیل پھر ان کی تعلیم و تدریس اور اشاعت و ترویج، وعظ و نصیحت اور تقریر و تحریر غرضیکہ ہر جائز و مباح چیز حسن نیت سے حسن ہو جاتی ہے۔

فائدہ:

علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک ہی عمل متعدد نیتیں کر لینے سے چند گنا ہو جاتا ہے مثال کے طور پر آپ نے مسجد میں بیٹھتے وقت اعتکاف، نماز کے انتظار کی، شواغل قلب سے خلوت و تنہائی کی، لوگوں سے عزلت کی، ذکر کی، قرآن کی تلاوت کی، لایعنی باتوں سے رکنے کی آنکھ، کان اور زبان کی حفاظت کی اور ذکر کے ذریعہ مسجد کو آباد رکھنے کی نیت کر لی تو ایک ہی عمل سے ان سب نیتوں کے متعدد ثواب ملیں گے اور ایسا شخص اس کی طرح نہیں ہے جس نے ایک نیت کی یہ بڑی اہم چیز ہے اس سے غفلت نے ہزاروں نیکیوں سے محروم کر دیا۔

۵۔ لایعنی کاموں اور لایعنی باتوں سے بچے ان سب کو جان لینے سے بہت کچھ نیکیاں حاصل کی جا سکتی ہے اور زندگی کا لمحہ لمحہ طاعت میں گذر سکتا ہے۔

چند احادیث وحکایات:

۱۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”انما الاعمال بالنیات“ اعمال کا ثواب صرف نیتوں سے ہے (بخاری)

۲۔ ”من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ“ مرد کے اسلام کی اچھای لایعنی باتوں کو

چھوڑ دینا ہے۔

۳۔ حکایت کی گئی کہ بروز قیامت ایک بندہ آئے گا اور اس کے پاس پہاڑوں کی مثل نیکیاں ہوں گی، ندا کرنے والا ندا کرے گا: جس کا فلاں پر حق ہے وہ آئے اور اپنا حق لے لے‘‘ پس لوگ آئیں گے اور اس کی نیکیاں لے لیں گے حتی کہ ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی تو یہ حیران ہو گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے بندے! تیرے لیے میرے پاس خزانہ ہے جس پر میری خلق کا کوئی آگاہ نہیں‘‘ بندہ عرض کرے گا: وہ کیا ہے؟ فرمائے گا: تیری وہ نیتیں جن کے ذریعہ تو بھلائی کیا کرتا تھا میں نے ان کو تیرے لیے ستر گنا زیادہ لکھ دیا۔ (کفایہ)

۴۔ بعض فضلائے صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ مریض تھے، بعض اشخاص ان کی عبادت کے لیے داخل ہوئے تو ان صوفی فاضل بزرگ نے فرمایا: تم مجھے حج کرانے کی نیت کر لو، خانقاہ بنوانے کی نیت کر لو وغیرہ وغیرہ۔ انھیں اس طرح کے مختلف نیک کام بتائے، ان لوگوں نے کہا: یہ کیسے ہو گا جب کہ آپ کی حالت یہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اگر ہم زندہ رہے تو ان نیتوں کو پورا کریں گے اور اگر مر گئے تو ہمیں نیت کا اجر حاصل ہو گا۔

۵۔ اس طرح بعض فاضل صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو بعد انتقال خواب میں دیکھا گیا، ان سے کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: مجھے بخش دیا اور میرے درجات بلند کر دیے‘‘ کہا: کس عمل کی وجہ سے؟ انھوں نے فرمایا: ھھنا یعاملون بالجود لا بالرکوع والسجود و یعطون بالنیة لا بالخدمة و یغفر لھم بالفضل لا بالفعل ‘‘یعنی اس جگہ معاملہ جو دو بخشش سے ہوتا ہے نہ کہ رکوع و سجود سے اور نیت سے دیتے ہیں نہ کہ خدمت سے اور لوگوں کو فضل سے بخشتے ہیں نہ کہ عمل سے۔

تقسیم اوقات:

چوں کہ کمال یہ ہے کہ جملہ اوقات کو طاعات و عبادات میں صرف کرے جب کہ نفس فطری طور پر ایک حال پر اور ایک طرز پر نہیں رہ پاتا ہے، اس لیے مختلف احکام شرعیہ میں یہ

حکمت ہے کہ نفس ملال میں نہ پڑے اور بوجھل نہ ہو، مختلف اوراد و وظائف اور طاعات وعبادات کو بزرگوں نے اسی لیے مختلف اوقات پر تقسیم کیا، معلوم رہے کہ انسان کے مختلف ادوار ہوتے ہیں ایک زمانہ ہوتا ہے تحصیل کمالات کا جیسے علما سے علوم دینیہ کی مشائخ سے علوم طریقت و معارف و حقیقت کی تحصیل اور منازل سلوک و جذب طے کرنا، اکتساب کمالات کر کے بلند مقامات حاصل کرنا اگرچہ علوم ظاہرہ وباطنہ کی کوئی حد ونہایت نہیں، نہ ان کے عشاق کا آخری وقت تک ان سے پیٹ بھرتا ہے مگر پھر بھی ان میں تکمیل کی ایک حد ایسی ہے جہاں پہنچ کر ان علمی وروحانی فوائد وفیوض سے دوسروں کو نواز سکتا ہے۔ اسی طرح ایک زمانہ ہوتا ہے استفادہ اور استفاضہ کا اور ایک زمانہ ہوتا ہے افادہ وافاضہ کا اور یہ سارے نیک، اہم اور آخرت کے لیے مفید تر کام ہیں کہ اس میں دوسروں کی بھلائی و نفع ہے۔ بزرگوں نے فرمایا: علم حاصل کرنا اور مجالس علمیہ میں حاضر ہونا اوراد ونوافل سے افضل ہے اسی طرح طلباء وغیرہ کا تعلیم و تدریس میں اشتغال فرائض وسنن کے بعد سب سے افضل ہے۔ علوم ظاہرہ میں اشتغال کا جب یہ عالم ہے تو باطن کی تعمیر و تکمیل کر کے اخلاق رذیلہ کو پاک کرنا اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا اور قرب خداوندی کی اعلیٰ فضاؤں میں پرواز کے لیے تیار کرنا کس قدر فضیلت کا باعث ہے۔ غرضیکہ ہر بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی عزیز حیات کی قدر کرے اور ایسا نظام بنائے کہ کوئی لمحہ ضائع نہ جائے، استفادہ واستفاضہ کے زمانے میں علوم شریعت وطریقت کی خوب تحصیل کرے اور جو کچھ صلاحیت واستعداد پیدا کر سکتا ہے کرے اور ان امور کو ملحوظ رکھے جو ابھی ہم اوپر بیان کر آئے کہ طاعات میں کس طرح مستغرق رہ سکتا ہے۔

حضرت علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ’سلالم الفضلاء‘ میں فرماتے ہیں: مناسب یہ ہے کہ اپنا وقت لوگوں کو علمی نفع پہنچانے میں صرف کرو یعنی تدریس وتعلیم اور مطالعہ کتب میں صرف کرو اگر عالم اور اگر متعلم ہو تو دین میں علم نافع کی طلب میں مشغول ہو جاؤ پھر تم باقی اوقات کو وظائف وعبادات جیسے نفلی نمازیں، تلاوت قرآن، ذکر اور تسبیح میں اور مسلمانوں کی امداد واعانت

کرکے ان کے دلوں کو خوش کرے پھر باقی کو کمائی میں تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح کے ساتھ اس نیت سے کہ جو بچے گا صدقہ دیں گے یہ حلال کمانا ذکر کے ساتھ تنہا ذکر سے افضل ہے کیوں کہ اس نیت سے کمانا تمھارے لیے فی نفسہ عبادت ہے تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے گا اور مسلمانوں کی امداد واعانت کی وجہ سے اجر چند گنا ہو گا کیوں کہ مباح بھی اچھی نیت سے طاعت ہو جاتا ہے جیسا کہ طاعت بری نیت سے معصیت ہو جاتی ہے۔

صاحب کفایۃ الاتقیاء فرماتے ہیں: اپنے اوقات کو تقسیم کرو، ہر وقت کو ایک معین طاعت میں صرف کرو۔ اوراد و وظائف کو خود پر معین کرو اور ہر وقت کے لیے ایسا شغل معین کرو کہ جس سے تجاوز نہ ہو۔ طاعات کے لیے تقسیم اوقات کا حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ نفس جب طاعات کے ایک نہج پر رہتا ہے ملال میں مبتلا ہوتا ہے اور بوجھل ہوتا ہے کیوں کہ ملال پر مجبول و مخلوق ہوا ہے، لہٰذا لطف و مہربانی یہ ہے کہ وہ ایک قسم کے فعل و عمل سے دوسرے کی طرف منتقل ہو وقت کے اعتبار سے تا کہ اس کی لذت میں اضافہ ہو اور لذت کی وجہ سے رغبت بڑھے اور رغبت کے دوام سے اعمال میں مواظبت اور ہمیشگی پیدا ہو گی اس لیے اوراد کو مختلف طرح سے تقسیم کیا جاتا ہے اور ذکر و فکر کے لیے مناسب ہے کہ جمیع اوقات یا اکثر مستغرق ہوں کیوں کہ نفس بالطبع لذائذ دنیا کی طرف مائل ہے۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: جو بغیر حساب جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے جمیع اوقات کو طاعت میں مصروف رکھے اور جو چاہتا ہے کہ اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو اور اس کی بھلائیاں میزان پر ثقیل ہوں تو اکثر اوقات کو طاعت میں مستغرق رکھے اگر کچھ برے عمل اچھے کے ساتھ مخلوط ہوں تو اس کے معاملہ پر نظر ہے لیکن معافی کی امید ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم سے بخش دے۔

فائدہ:

اس فقیر مجددی عفی عنہ کے رسالہ 'سلسلۂ نقش بندیہ اور اس کا سلوک' میں مریدوں کے

لیے ذکر وعبادت کا جامع نظام الاوقات آغاز میں ذکر کر دیا ہے اور آخر میں اشخاص کے اقسام اور ان کی قدرے تربیت بھی ذکر کر دی ہے اور اسی کتاب میں نقشبندی اشغال واوراد ذکر کر دیے اس کے علاوہ کتاب **'اشغال طریقت'** میں بقیہ تینوں سلاسل قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے اشغال و اذکار سپرد قلم کر دیے ہیں، بزرگوں نے وصیت کی ہے کہ مختلف نمازوں کے مختلف اذکار اختیار کرے۔ مذکورہ دونوں کتابیں وہ ہیں جن میں چاروں مشہور سلاسل کے اذکار واشغال طریقت بہ آسانی معلوم ہو جائیں گے ان کے علاوہ عام اذکار اور مسنون ادعیہ واذکار پر مشتمل کتاب **'ذکر و فکر'** بے پناہ مفید ہے۔

اہم تنبیہ:

نماز با جماعت حضور قلب کے ساتھ اور نہایت خشوع و خضوع سے ادا کریں اور ہر قول و عمل میں اخلاص اور رضاے الٰہی کی نیت ہو نیز صرف اتباع سنت میں کریں اور مرشد کامل کی توجہات حاصل کرتے رہیں، پاک وحلال لقمہ کھائیں اور دائمی ذکر کی کوشش کریں ترقی کے لیے کافی ہے۔

اب کچھ متفرق امور سپرد قلم کرتے ہیں جو ہر سالک کے لیے مفید ہیں خواہ وہ کسی سلسلہ کا ہو۔

وقت صبح کی فضیلت:

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر تا طلوع شمس نفیس وشریف وقت ہے جن کے شرف و فضل پر اللہ تعالیٰ کی قسمیں دلالت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا: (۱) ''وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ'' صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔ (۲) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح میں فرمایا: ''فَالِقُ الْإِصْبَاحِ'' صبح کو چیرنے والا۔ (۳) بندوں کی رہنمائی فرمائی کہ وقت صبح میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تسبیح بیان کرو، ارشاد ہے: ''وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا'' اپنے رب کی پاکی حمد کے ساتھ کرو سورج کے طلوع سے قبل اور غروب

سے پہلے (۴) ارشادباری تعالیٰ ہے: ''وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی'' اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو (۵) اللہ جل وعلا فرماتا ہے: ''وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا'' اپنے رب کا نام ذکر کرو صبح اور شام۔ [۱]

آیت نمبر ۳ سے غروب سے قبل وقت کی فضیلت معلوم ہوئی، حدیث میں ہے کہ جو عصر سے مغرب ذکر میں مشغول رہا اسے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور فجر تا اشراق کا تو بہت ثواب احادیث کریمہ میں منقول ہے، اسی طرح آغاز ظہر کو تہجد کے مثل قرار دیا گیا ہے، اللہ والے اکثر آغاز وقت ظہر ہی عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اس سے پہلے کچھ کھا کر قیلولہ فرما لیتے ہیں غرضیکہ یہ سب نہایت مبارک ومسعود اوقات ہیں پھر تہجد کا تو کہنا ہی کیا؟ کچھ فضائل ہم کتاب **'سلسلۂ نقش بندیہ اور اس کا سلوک'** میں بیان کر چکے ہیں۔

بعض اذکار:

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب وقت صبح کا فضل معلوم ہو گیا تو چاہیے کہ بندہ بیٹھے اور طلوع شمس تک گفتگو نہ کرے بلکہ طلوع شمس تک اس کا وظیفہ چار چیزیں ہوں (۱) دعائیں (۲) اذکار اور ان کی تسبیح کے ذریعہ تکرار کرے۔ (۳) تیسری چیز تلاوت قرآن اور (۴) چوتھی تفکر اور اس کی کیفیت دو فنوں کی طرف راجع ہوتی ہے ایک یہ کہ جو معاملہ اسے نفع دے اس میں غور کرے اسی طرح کہ ان تقصیرات میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے جو اس سے ہو چکیں پھر موجودہ دن کا وظیفہ مرتب کرے اور توجہ إلی اللہ اور خیر میں جو امور مانع ومخل ہو سکتے ہیں ان کا دفاع سوچے، اپنی تقصیر یاد کرے اور اعمال میں جو خلل واقع ہوا، وہ بھی تا کہ اصلاح کر سکے اور اپنے دل میں نیک اور صالح نیتیں حاضر کرے جن کا تعلق ان اعمال سے ہو جو خاص اس کی ذات سے متعلق ہیں اور ان سے جو مسلمانوں سے وابستہ ہیں۔

دوم یہ کہ ان امور میں غور کرے جو علم مکاشفہ میں کام آئیں اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی اللہ

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۴۶

تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرے، پھر متواتر طور پر ان کا بندوں تک پہنچنا نعمتیں خواہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ اس تفکر سے نعتموں کے تعلق سے اس کی معرفت زیادہ ہو گی پھر ان پر کثرت سے شکر کرے، اور کبھی اللہ تعالیٰ کی سزاؤں اور عذابوں میں غور و فکر کرے تاکہ قدرت حق و استغناے حق کی معرفت میں اضافہ ہو اور بندے پر خوف غالب ہو، جب تفکر میسر آئے تو یہ اشرف عبادت ہے کیوں کہ اس میں ذکر اللہ کے معنیٰ بھی ہیں اور دو امر زائد بھی ہیں ایک معرفت کی زیادتی کیوں کہ فکر کشف و معرفت کی کنجی ہے، دوسرے محبت کی زیادتی کیوں کہ قلب صرف اس سے محبت کرتا ہے جس کی تعظیم کا مقید ہوتا ہے اور عظمت الٰہی کا انکشاف اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی قدرت اور ان کے عجائب افعال کی معرفت سے ہوتا ہے چوں کہ فکر سے معرفت اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ [۱]

ذکر و درود میں اشتغال کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی گفتگو نہ کرے قبلہ رو اور مراقب ہو یہاں مراقبہ سے یہ مراد ہے کہ قلب کو معلوم رہے کہ خداوند قدوس ہمیں دیکھ رہا ہے بعض نے فرمایا قلب ہمیشہ یاد رکھے کہ خدا دیکھ رہا ہے باقی اذکار ہماری مذکورہ بالا کتابوں سے طلب کر سکتے ہیں یا مشائخ کی دیگر کتابوں سے۔

دوائے قلب:

غیر اللہ کی محبت قلب کا سب سے بڑا مرض ہے بزرگوں نے صلاح قلب کے لیے، پانچ دوائیں لکھی ہیں: (۱) تلاوت قرآن (۲) پیٹ کو خالی رکھنا (اخلاء البطن) (۳) شب بیداری (۴) وقت سحر تضرح وزاری یعنی آہ و فغاں وغیرہ (۵) صالحین کی ہم نشینی اور صحبت و مجالست، بعض نے حلال کھانا بھی شمار کیا ہے۔

۱۔ **تلاوت قرآن:** اسی صفت کی جو بزرگوں نے تحریر کی۔ ان میں ایک یہ ہے کہ تدبر کے ساتھ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جو سمجھ کے ساتھ نہ

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۴۷

ہو نہ اور اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔ ۱؎

دوسرا ادب یہ بھی ملحوظ رکھے کہ دوران تلاوت اعضاء کو عبث کاموں سے بچائے، نیز طہارت کے ساتھ ہو، قبلہ رخ بیٹھا ہو، بہترین پاکیزہ کپڑے پہنے ہو، عمامہ باندھے، نفسانی خیالات سے خود کو پاک رکھے، خشوع کے ساتھ گویا یہ اللہ تعالیٰ سے پڑھ رہا ہے، اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس سے سن رہا ہے یا گویا اللہ تعالیٰ اس سے کلام کر رہا ہے اور اپنے انعام واحسان سے مخاطب کر رہا ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں تلاوت سے انشراح قلب حاصل ہوتا اور باطن منور ہوتا اور خشیت وخوف میسر آتا ہے۔ جب کہ آداب مذکورہ کی رعایت کے ساتھ تلاوت ہو۔

حضرت وہب بن ورد فرماتے ہیں کہ ہم نے ان احادیث و مواعظ میں نظر کی تو ہم نے دلوں کو سب سے زیادہ نرم کرنے والا اور غم کو کھینچنے والا تدبر کے ساتھ تلاوت قرآن کو پایا۔ ۲؎

بھوک کی فضیلت:

اخلاء البطن (خالی پیٹ رہنا) بہت پیاری خصلت ہے اور یہ بھی امراض قلبیہ کی دواؤں سے ہے اس لیے کہ اس میں قلب کی راحت ہے کہ اسے سرکشی اور اترانے سے باز رکھتی ہے عبادت کے لیے بدن کو ہلکا کرتی ہے نیز امراض کو دفع کرتی ہے جب کہ پیٹ بھرنے میں اس کے خلاف صفات پیدا ہوتی ہیں، بھوک اختیار کرنے کے سلسلے میں کافی احادیث مبارکہ آئی ہیں جن کو امام سیوطی قدس سرہٗ نے **'لباب الحدیث'** میں ذکر کیا، اسی سے چند یہ ہیں: (۱) ''سید العمل الجوع'' عمل کا سردار بھوک ہے۔ (۲) ''الجوع مخُّ العبادۃ'' بھوک عبادت کا مغز ہے۔ (۳) ''احیوا قلوبکم بقلۃ الضحك و قلۃ الشبع و طهروها بالجوع تصفوو ترق'' کم ہنس کر اور کم کھا کر اپنے دلوں کو زندہ کرو اور بھوک کے ذریعہ انھیں پاک کرو کہ وہ صاف ہوں اور نرم ہوں (۴) ''أقربکم منی یوم القیامة اکثرکم جوعا و تفکرا'' قیامت کے دن تم میں سب سے میرے

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۴۹

۲۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۰

قریب زیادہ وہ ہو گا جو سب سے زیادہ بھوک اور فکر والا ہے (۵) ''من کثر طعامہ کثر عذابہ'' جس کا کھانا زیادہ عذاب زیادہ (۶) ''لا صحة مع كثرة النوم ولا صحة مع كثرة الاكل ولا شفاء بحرام'' زیادہ نیند کے ساتھ صحت نہیں نہ زیادہ کھانے کے ساتھ اور نہ حرام میں شفا ہے۔ (۷) ''ثلاثه تورثُ قسوة القلب حب النوم و حب الراحة و حب الاكل'' تین چیزیں دل کو سخت کرتی ہیں نیند سے محبت، راحت سے محبت اور کھانے سے محبت۔ (۸) ''من شبع في الدنيا جاع يوم القيامة ومن جاع في الدنيا شبع يوم القيامة'' جس نے دنیا میں پیٹ بھرا وہ قیامت کے دن بھوکا ہو گا اور جو دنیا میں بھوکا رہا وہ قیامت کے دن پیٹ بھرے گا۔ [۱]

پیٹ بھر کھانا ظاہر وباطن جسم وجان اور قلب و قالب سب کے لیے مضر ہے بزرگوں نے اس کی بہت قباحتیں تجربات کی روشنی میں بھی بیان کی ہیں مذکورہ بالا مرویات سے بہت عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔ علم روحانیت کے انحطاط و فقدان میں زیادہ کھانے کو بھی بہت زیادہ دخل ہے بلکہ اکثریت جو محروم ہوئی وہ اسی وجہ سے ہے۔ آج کھانوں میں تکلفات نے حرام وحلال کی پرواہ کیے بغیر روحانیت و نور باطن کو ختم کرڈالا، عام تو عام خاص لوگ اور بھی زیادہ لذائذ کے شوقین ہوتے جارہے ہیں، پیٹ بھرا ہے مگر پھر بھی کھاتے رہتے ہیں اسی طرح ہر وقت کچھ نہ کچھ منہ میں پان مسالہ وغیرہ ڈالے رکھتے ہیں۔ اس تنعم و تعیش نے لوگوں کو برکات رحمانی سے محروم کر دیا اور نعمت سلوک و تصوف ختم ہو گئی۔

۳۔ قیام اللیل:

امراض قلب کی دواؤں میں تیسری دوا قیام اللیل ہے قیام اللیل سے مرادرات میں عبادت کرنا ہے خواہ نماز کے ذریعہ یا کسی اور فعل کے ذریعہ۔

حضرت الحبیب عبد اللہ حداد قدس سرہٗ نے نصائح میں فرمایا کہ نفس پر سب سے بھاری چیز قیام لیل ہے خاص کر سونے کے بعد اٹھنا ہاں! جب بندہ اس کی عادت بنالیتا ہے، مداومت

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۰

اور پابندی کرتا ہے نیز مشقت پر صبر اور آغاز میں مجاہدے سے کام لیتا ہے تو اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ، انس، حلاوت، مناجات اور اس کے ساتھ لذت خلوت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر قیام لیل سے بندہ کا پیٹ ہی نہیں بھرتا کجا یہ کہ قیام لیل گراں گذرے یا اس سے کاہلی کرے۔ جیسا کہ صالحین کے لیے ایسا واقع ہوا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اگر اہل جنت اسی طرح ہو جائیں جس طرح ہم قیام لیل میں ہیں تو وہ ضرور پاکیزہ عیش میں ہوں گے۔"

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں: چالیس سال سے مجھے غمگین نہیں کیا مگر فجر کے طلوع نے۔"

ایک تیسرے بزرگ فرماتے ہیں: قیام لیل والے اپنی لیل میں زیادہ لذت والے ہیں اہل لہو سے جو لہو میں ہیں۔"

ایک چوتھے بزرگ فرماتے ہیں: اگر قیام لیل اور اللہ کی خاطر بھائیوں سے ملاقات نہ ہوتی تو میں دنیا میں باقی رہنا پسند نہ کرتا۔"

مشائخ فرماتے ہیں: انسان کو کچھ نہ کچھ دیر قیام لیل ضرور کرنا چاہیے زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی سہی۔ اسلاف میں سے ایک جماعت نے عشاء کے وضو سے فجر پڑھی نیز فرماتے ہیں کہ کیا ہی بہتر ہے کہ انسان تھوڑا تھوڑا قرآن روز قیام لیل میں پڑھے تا کہ قیام لیل میں ختم قرآن کی نعمت نصیب ہو خواہ ایک ماہ میں یا چالیس دن میں یا اس سے کم اور زیادہ میں۔ [۱]

۴۔ تضرع فی السحر:

بوقت سحر بارگاہ خداوندی میں ندامت کے آنسو بہانا، اس کی محبت میں رونا اور آہ وفغاں کرنا امراض قلب کی زبردست دوا ہے کیوں کہ یہ مناجات الٰہی کا وقت ہے اور اس میں دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رب تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جب کہ رات کا آخری تہائی حصہ بچ رہتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: من یدعونی فاستجیب

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۰

له؟ من يسألني فاعطيه؟ من يستغفرني فاغفر له؟ کون ہے جو دعا مانگے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں۔ معلوم رہے کہ یہ تصرع فی السحر بھی قیام اللیل ہی کا ایک حصہ ہے کیوں کہ یہ بقیہ اجزاء لیل سے اشرف ہے نیز اس میں عبادت نفس پر زیادہ گراں اور نفس کو اس میں صفا زیادہ حاصل ہوتی ہے اس لیے اسے علیحٰدہ ذکر کیا۔[۱]

۵۔ مجالست صالحین:

صالح حضرات اور نیکوں کے ساتھ بیٹھنا اور ان سے فوائد صحبت حاصل کرنا بڑی دواء ہے اس لیے کہ اس طرح کی مجالست کا فیضان یہ ہوتا ہے کہ اقوال و افعال و احوال میں ان بزرگوں کی اقتداء اور پیروی کرتا ہے پھر رفتہ رفتہ چاہتا ہے کہ ہم انھیں جیسے ہو جائیں اور بھلے کاموں میں ان سے کم نہ رہیں۔ معلوم رہے صالح بندہ وہ ہے جو حقوق الٰہی بھی ادا کرے اور حقوق العباد بھی جب ان کی صحبت میں بندہ بیٹھے گا تو ضرور اس میں صلاح اترے گی۔[۲]

اوصاف حمیدہ:

اللہ تعالیٰ تمام اوصاف حمیدہ و کمالات محمودہ کا جامع ہے وہ جس بندے کو جتنا چاہتا ہے اپنے قریب کرتا ہے اور اپنی صفات کا مظہر اور آئینہ بناتا ہے۔ بزرگوں کی اصطلاح میں اسی کو ''تخلق باخلاق اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق و عادات سے آراستہ ہونا ہے۔ یہ بڑا کمال، نعمت عظمیٰ اور منتہائے سلوک ہے، تزکیہ و تصفیہ کا خاص مقصد اسی منزل کو حاصل کرنا ہے۔ مخلوق میں کمالات و اوصاف الٰہیہ کے سب سے بڑے مظہر اور جامع حضور جان ایمان، روح اسلام ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے تصرف و تاثیر سے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اخلاق و اوصاف حمیدہ پیدا کیے انھوں نے تابعین میں، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ خیر القرون کے بعد تبدیلی

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۰،۵۱
۲۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۱

اوصاف واخلاق میں سب سے زیادہ دخل صوفیہ واولیا علیہم الرضوان کی تاثیر و صحبت کو رہا۔ قرآن وسنت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والوں پر عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ تاکید اسی کی فرماتے ہیں کہ بندے اچھے اور اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے مالک ہوں۔ اور عبادات کے مقابل یہ تبدیلی اوصاف کٹھن اور دشوار چیز ہے۔ بزرگوں نے اس کے لیے بڑا حکیمانہ طریقہ وضع کیا جسے تصوف و سلوک کہا جاتا ہے اور جتنے بھی اللہ والے بعد کی صدیوں میں اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوئے ہیں وہ انھیں طریقوں پر چل کر اور فیضان صحبت سے ہوئے اور آج یہی مفقود ہے جس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج انسان کا معیار کس قدر گر چکا ہے اور اس نے (اپنے آپ کو) کس گڈھے میں ڈال دیا ہے۔ حیوانیت اور ظلم وستم، بغض وحسد، حب دنیا وغیرہ اور اتباع شہوات وغیرہ کے اثرات بد سے دنیا پریشان ہے اور اوصاف انسانیت سے آراستہ اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ انسانوں کو آنکھیں تلاش کرتے کرتے تھک چکی ہیں۔

ہم چند اوصاف حمیدہ سپرد قلم کرتے ہیں جن کی اللہ والوں نے وصیت کی ہے۔ زہد وغیرہ جن کو نو وصیتوں کے تحت بیان کیا گیا سب اخلاق حمیدہ میں آتے ہیں، اسی طرح دنیا کی پرواہ نہ کرنا نیز اہل دنیا سے بھی بے پرواہ رہنا جیسا کہ گذر چکا اس کے علاوہ مکارم اخلاق میں سخاوت اور جود ہے۔ جمیع امور میں اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن، خوف، رجا، معاملہ انصاف، مجادلہ میں رفق و نرمی، احکام میں عدل، خلوت وجلوت میں احسان، تنگی میں ایثار، تکلیفوں کو برداشت کرنا، خوش روی، خندہ پیشانی اور طلاقت وجہ کے ساتھ لوگوں سے ملنا، حلم و بردباری، صبر و شکر، گھٹیا پیشوں سے دوری، طمانیت و وقار، ورع، خشوع، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علماے عارفین کے لیے تواضع وانکساری۔ [1]

مکارم اخلاق اور اچھی عادتوں سے یہ بھی ہے کہ مونچھیں پست رکھی جائیں، ڈاڑھی مبارک کو اچھا بنا کر رکھے، ناخن کتروالے اسی طرح بغل، زیر ناف وغیرہ منڈوائے اور سب کو سنت کے

۱۔ کفایۃ الاتقیاء ص:۵۱

مطابق و موافق رکھے، جسم سے بدبو دور رکھنا، بدن اور کپڑوں کو میل کچیل سے صاف رکھنا، ناپسند کپڑے نہ پہننا، ہنسی اور مذاق سے دور رہنا اسی طرح، عجب، حسد، ریا سے سخت اجتناب، تحقیر و تذلیل سے کوسوں دور رہنا وغیرہ وغیرہ۔ [1]

علمائے اعلام اور مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت زور دیا ہے کہ علما و مشائخ اور حفاظ و قراء اہل دین ان امور پر خصوصی دھیان دیں اور خود کو مکارم اخلاق سے آراستہ کریں، خیال رہے کہ قرآن و سنت سے اخلاق حسنہ و اخلاق سیۂ کی طویل فہرست مرتب کی جا سکتی ہے۔ ہم نے کفایۃ الاتقیاء وغیرہ سے یہ چند نقل کر دیے۔ ان اچھے اور برے اخلاق سے ہم کتاب **'تصوف اور اس کے فوائد'** میں تفصیل سے آگاہ کر چکے ہیں۔

ربنا تقبل منا إنك انت السميع العليم

وما علينا الا البلاغ

آفاق احمد مجددی

۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۵ / جولائی ۲۰۱۵ء بروز چہار شنبہ بوقت ظہر

۱۔ ملخص از کفایۃ الاتقیاء ص:۵۱ تا ۵۴

قصیدة

هدایة الأذکیاء إلیٰ طریق الأولیاء

للشیخ زین الدین ملیباری

ترجمہ

سید نور عالم مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ نظم شیخ زین الدین بن علی بن احمد الشافعی ملیباری کی ہے۔ موصوف ملیبار (Malyabar) کیرلا، ہند کے کوچن (Coachin) نامی شہر میں ۱۲/ شعبان ۸۷۱ یا ۸۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ صغیر السن ہی تھے کہ آپ کے چچا قاضی زین الدین بن احمد پونانی (Ponanat) لے گئے جہاں زندگی کی ۶۵ یا ۶۶/ بہاریں گزار کر ۱۶/ شعبان المعظم شب جمعہ ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں جان شیریں جاں آفریں کے حوالے کر دیا۔

تصانیف:

تحفۃ الأحباء، ارشاد القاصدین فی اختصار منہاج العابدین، علامہ سید نور الدین ایجی کی فارسی زبان میں مختصر شعب الایمان کا عربی ترجمہ وغیرہ۔

اسباب نظم:

شیخ زین الدین کو فقہ اور تصوف میں سے کسی ایک کی تحصیل میں بڑا تردد تھا کہ ۲۴/ شعبان ۹۱۴ھ کو منگل کی شب خواب دیکھتے ہیں کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تصوف کی تحصیل زیادہ مناسب ہے؛ اس لیے کہ بہتے ہوئے دریا میں اگر کوئی اس پار سے اس پار جانا چاہے تو اسے پانی کا رخ دیکھ کر جانب بالا میں تیرنا چاہیے؛ اس لیے کہ اگر صرف چوڑائی (عرض) میں تیرے گا تو منزل مقصود تک پہنچنا تو در کنار مزید دور ہو جائے گا۔

اس خواب سے موصوف نے یہ اشارہ لیا کہ علم تصوف ہی سے منزل حقیقی تک رسائی مل سکتی ہے۔ پھر درج ذیل اشعار نظم کرنا شروع کیا۔ یہ کل ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) اشعار ہیں جو بحرِ کامل (متفاعلن) میں نظم کیے گئے ہیں جن کے ارکان چھ ہیں یعنی بحر کامل مسدس۔ [۱]

۱۔ سلالم الفضلاء، حاشیہ کفایۃ الاتقیاء، ص: ۱۴۰ از: محمد نووی الجاوی

۔ صور التشبیہ فی کتاب ''ھدایۃ الاذکیاء'' ص: ۱۱

ترجمۃ أشعارہ

۱ الحمد للہ الموافق للعلا حمداً یوافی برہ المتکاملا

حمد ہے اللہ کی جو بلند درجات کی توفیق دینے والا ہے، ایسی حمد جو اس کی کامل عطیات کے مطابق ہو۔

۲ ثم الصلاۃ علی الرسول المصطفیٰ و الآل مع صحب و تباع ولا

اور درود نازل ہو رسول اکرم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر، آپ کے آل واصحاب اور قیامت تک کے متبعین پر۔

۳ تقوی الإلہ مدار کل سعادۃ و تباع اھوی رأس شر خبائلا

تقویٰ ہی ہر سعادت کا دارومدار ہے جب کہ خواہشات کی پیروی تمام شر وقبائح کی جڑ ہے۔

۴ إن الطریق شریعۃ و طریقۃ و حقیقیۃ فاسمع لھا ما مثّلا

اللہ تک پہنچنے کے تین راستے ہیں: (۱) شریعت (۲) طریقت اور (۳) حقیقت جنھیں ذیل کی مثالوں سے سمجھیں:

۵ فشریعۃ کسفینۃ و طریقۃ کالبحر ثم حقیقۃ درّ غلا

شریعت کشتی ہے، طریقت سمندر ہے جب کہ حقیقت درنایاب ہے۔

(یعنی جسے اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھرنا ہے اس کے لیے پہلے کشتی پر سوار ہونا پھر سمندر میں غواصی ناگزیر ہے۔ پتا چلا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے شریعت وطریقت کا پابند ہونا ضروری ہے)

۶ فشریعۃ أخذ بدین الخالق و قیامہ بالأمر و النھی أنجلا

شریعت دین کو مان کر اس کے اوامر و نواہی کو بجالانے کا نام ہے (یعنی استقامت کا) جب کہ

۷ و طریقۃ أخذ بأحوط کالورع و عزیمۃ کریاضۃ متبتلا

طریقت احوط اختیار کرنے اور عزیمت پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔
پہلے کی مثال جیسے ورع اختیار کرنا یعنی شبہات سے بچنا۔ دوسرے کی مثال جیسے سارے جہان سے کٹ کر صرف اللہ کے لیے ریاضت ومجاہدہ کرنا۔

۸ و حقیقة لوصوله للمقصد و مشاهد نور التجلّی بأنجلی
حقیقت میں شریعت و طریقت کا سالک منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور نورِ تجلّی کا کاملاً مشاہدہ کرتا ہے۔

۹ من رام درّ السفینة یرکب و یغوص بحرا ثم درّا حصّلا
گوہر کا تمنائی پہلے کشتی میں سوار ہوتا ہے پھر دریا میں غواصی کرتا ہے تب جا کر اسے گوہر حاصل ہوتا ہے۔

۱۰ و کذا الطریقة و الحقیقة یا أخی من غیر فعل شریعة لن تحصلا
برادرم! یہی حال طریقت وحقیقت کا ہے کہ شریعت کے بغیر ان کا حصول محال ہے۔

۱۱ فعلیه تزیین لظاهره الجلی بشریعة لینور قلب مجتلا
۱۲ و تزول عنه ظلمة کی یمکنا لطریقة فی قلبه أن تنزلا
لہٰذا سالک کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے ظاہر کو شریعت سے مزین کرے تاکہ اس کے دل سے تاریکیاں دور ہو کر دل منور و مجلّٰی ہو اور پھر اس کے دل میں طریقت جلوہ گر ہو۔

۱۳ و لکل واحدهم طریق من طرق یختاره فیکون من ذا واصلا
۱۴ کجلوسه بین الأنام مربّیا و ککثرة الأوراد کالصوم الصلا
۱۵ و کخدمة للناس و الحمل الحطب لتصدّق بمحصل متموّلا
اللہ تک واصل ہونے کے مشائخ کے الگ الگ راستے ہیں۔ کوئی مخلوق کی تربیت کے لیے نشست گاہ لگاتا ہے، کوئی ذکر واذکار اور صوم وصلاۃ کی کثرت کرتا ہے تو کوئی خدمت خلق کرنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹتا ہے اور انھیں بیچ کر روپیہ صدقہ کر دیتا ہے۔

۱۶ من رام ان یسلك طریق الأولیاء فلیحفظن هذی الوصایا عاملا

اولیاے کرام کے نقش قدم پر چلنے کے تمنائیوں کو ذیل کی وصیتوں کو اپنے لیے دستور العمل بنالیناچاہیے۔ (اب ناظم نو وصیتیں بیان کر رہے ہیں)

۱۷ أطلب متابا بالندامة مقلعا و يعزم ترك الذنب فيما استقبلا

۱۸ و براءة من كلّ حق الا دمى و هٰذه الاركان فارع و كمّلا

(پہلی وصیت) سچی توبہ کریں وہ اس طرح کہ (۱) ماضی کے گناہوں پر سچے دل سے نادم ہوں (۲) حال میں اگر کر رہے ہوں تو کلی طور پر رک جائیں (۳) آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں (۴) اور جس کسی کا بھی حق چھینا ہے اسے واپس کریں۔ یہ چاروں توبہ کے ارکان ہیں لہٰذا ان پر مکمل طور سے جمے رہنا چاہیے۔

۱۹ و قه دواما بالمحاسبة التى تنهاك تقصيرا جرى و تساهلا

اور ہمیشہ توبہ کی حفاظت کرتے رہیں محاسبہ کے ذریعہ یعنی جو تقصیرات ہوئی ہیں ان پر نفس کا محاسبہ کریں تاکہ آئندہ نہ ہونے پائیں۔

۲۰ و بحفظ عين و اللسان و سائر ال أعضا جميعا فاجهدن لا تكسلا

آنکھ، زبان اور تمام اعضا پر کڑی نظر رکھیں اور ذرہ بھر بھی سستی روا نہ رکھیں۔

۲۱ فالتوب مفتاح كل عبادة و أساس كلّ الخير أجمع أشملا

توبہ ہر عبادت کی کنجی اور ہر چیز کی اساس ہے۔ لہٰذا

۲۲ فإن ابتليت بغفلة أو صحبة فى مجلس فتداركنّ مهرولا

اگر غفلت یا برے ہم نشیں کی وجہ سے گناہوں میں پڑ جائیں تو فوراً اس کا تدارک کرڈالیں۔

۲۳ واقنع بترك المشتهى و الفاجر من مطعم و ملابس و منازلا

(دوسری وصیت) قناعت اختیار کریں وہ اس طرح کہ لذیذ کھانے اور فخریہ مکان و لباس چھوڑ دیں۔

۲۴ من يطلبن ما ليس يعنيه فقد فات الذى يعنيه من غير ائتلا

جو بھی لایعنی (غیر ضروری) چیزوں میں پڑا تو یقیناً اس نے (مایعنی) کام کی چیزوں کو

چھوڑ دیا۔

۲۵ و ازهد و ذا فقد علاقة قلبكا بالمال فقد له تك أعقلا
(تیسری وصیت) زہد اختیار کرو اور زہد کی تعریف یہ ہے کہ دل دنیا اور اسباب دنیا سے بے رغبت ہو جائے؛ لہٰذا اسے اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۶ والزهد أحسن منصب بعد التقى و به ينال مقام ارباب العلا
تقویٰ کے بعد زہد سب سے عمدہ منصب ہے، زہد ہی سے اہل کمال کے مقامات کو پایا جا سکتا ہے۔

۲۷ و محبّ دنيا قائل اين الطريق اين الخلاص كمسكر شرب الطِّلا
دنیا کا عاشق ایک دن ضرور کہے گا اے رب! کہاں جائیں؟ کیسے چھٹکارا حاصل کریں؟ بالکل ویسے جیسے نشے میں دھت شرابی کہتا ہے۔

۲۸ و اترك من الازواج من ما ساعدت فی طاعة و اختر عزوبا فاضلا
جو بیوی طاعت میں مددگار نہ ہو (بے نمازی ہو) اس سے قطع تعلق کر لو اور تنہائی و فرصت کی زندگی اپنا لو۔

۲۹ لسلامة الدنيا خصال أربع غفر لجهل القوم منعك تجهلا
۳۰ و تكون من سيّب الاناسی آيسا و لسيّب نفسك للاناسی باذلا
دنیا میں سلامتی کے چار راز ہیں؛(۱) لوگوں کی ایذ رسانی پر صبر کرو(۲) اہل دنیا کو تکلیف نہ دو (۳) ان کی عطیات کی آس نہ لگاؤ(۴) اور انھیں اپنی عطیات دو۔

۳۱ و تعلّمن علما يصحّح طاعة و عقيدة و مزكّی القلب اصقلا
(چوتھی وصیت) وہ علم ضرور حاصل کرو جس سے (۱) عقیدہ و(۲) عمل کی درستگی ہو اور(۳) قلب مصفیّٰ و مزکیّٰ ہو۔

۳۲ هذی الثلاثة فرض عين فاعرفن واعمل بها تحصل نجاة و اعتلا
مذکورہ تینوں علوم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ لہٰذا انھیں حاصل کرکے ان پر عامل ہو جاؤ اخروی نجات مل جائے گی۔

۳۳ حافظ علی سنن و آداب اتت مأثورۃ عن خیر من جا مرسلا
(پانچویں وصیت) سنتوں کی محافظت کرو اور ان آداب کی بھی جو خیر الرسل ﷺ سے منقول ہیں۔

۳۴ إن التصوّف کلّه لهو الادب و من العوارف فاطلبنه و عوِّلا
اس لیے کہ تصوف پورا کا پورا ادب کا ہی نام ہے۔ لہٰذا آداب کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'عوارف المعارف' سے اخذ کریں اور اس پر اعتماد کریں۔

۳۵ اذ لا دلیل علی الطریق إلی الإله إلاّ متابعة الرسول المکمّلا

۳۶ فی حاله و فعاله و مقاله فتتّبعنّ و تابعن لاتعدلا
صراط مستقیم کی سچی رہ نمائی صرف رسول اکرم ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال میں آپ ﷺ کی کامل پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا احادیث کو تلاش و، ان پر عمل کرو اور ان سے تجاوز نہ کرو۔

۳۷ و طریق کلّ مشایخ قد قیّدت بکتاب ربّی و الحدیث تأصّلا
مشائخ کرام کے سبھی سلاسل قرآن وسنت سے مقید ہیں۔

۳۸ طالع ریاض الصّالحین و احکمن ما فیه تظفر بالسعادۃ و اعملا
''ریاض الصالحین'' کامطالعہ کریں اور سمجھ کر اس پر عمل کریں نیک بختی قدم چومے گی۔

۳۹ و ا هتمّ بالفرض الّذی لا یقرب من ذی العطاء بمثل ذٰلك أکملا
فرائض پر بہت زیادہ دھیان دیں اس لیے کہ فرائض سے جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ نوافل کے قرب سے بہت اعلیٰ ہے (جب کہ نوافل سے درج ذیل قرب حاصل ہوتا ہے تو پھر فرض کا کیا کہنا)

۴۰ مازال عبد بالنّوافل یقرب حتّیٰ أکون له یدا و الأرجلا

۴۱ والسمع منه ثم عینا باصرۃ ای مثل ذلك فی المطالب هروَلا
حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ قرب پاتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا ہاتھ، پیر، کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ (یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ محبوب

بندے کی حاجتوں کو ان مذکورہ چار اعضا سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ پورا فرماتا ہے)

۴۲ و توکّلن متجرّدا فی رزقك ثقة بوعد الرّبّ اکرم مفضّلا

(چھٹی وصیت) اگر تو اہل و عیال والا نہیں ہے تو رزق کے سلسلے میں اللہ ہی پر توکل رکھ (یعنی کسب چھوڑ دے) اور اپنے رب کے وعدے:

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا کُلٌّ فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (سورۃ ہود: ۱۱/۶)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّہ کرم پر نہ ہو اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہو گا سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔" پر بھروسا رکھو اس لیے کہ وہ اکرم وافضل ہے۔

۴۳ امّا المعیل فلا یجوز قعوده عن مکسب لعیاله متوکّلا

مگر عیال دار کو یہ اجازت نہیں کہ اہل و عیال کے لیے کمانا چھوڑ دے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے متوکل بنا بیٹھا رہے۔

۴۴ لا تبذلن للناس عرضك طامعا فی ما لهم أو جاههم متذلّلا

لوگوں کے مال و منصب کی لالچ میں اپنی عزت و وقار کو داؤ پر نہ لگاؤ۔

۴۵ أخلص و ذا ان لا ترید بطاعة الاّ تقرّب من اِلٰهك ذی الکلا

۴۶ لا تقصدن معه إلی عرض الدّنا کثنائهم أو نحو ذٰك توصّلا

(ساتویں وصیت) اخلاص پیدا کر وہ اس طرح کہ طاعت و عبادت کا مقصد صرف اور صرف خدائے نگہبان کا تقرب مقصود ہو، تقرب کے ساتھ کوئی اور دنیاوی غرض مثلاً دنیا داروں کی تعریف و توصیف اور ان کی محبت مقصود نہ ہو۔

۴۷ و احذر ریاء محبطا لعبادةٍ و انظر إلی نظر العلیم فتکملا

ریا سے بچیں اس لیے کہ ریا سے سبھی کیا دھرا اکارت ہو جاتا ہے اور ہمیشہ دھیان میں رکھیں کہ اللہ جو دلوں کے وسوسے اور خیالات سے بھی واقف ہے وہ دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت دوام پا

گئی تو کامل بن جاؤ گے۔

۴۸ لا تطهرن فضيلة كى تعتقد لا تبرزنّ لينكروك رذائلا
لوگوں کو اپنا معتقد بنانے کے لیے ان کے سامنے اپنی طاعت وعبادت کو ظاہر نہ کرو اور نہ ہی ان سے اپنے پوشیدہ گناہوں کو بیان کرو تا کہ وہ تم سے کترانے لگیں۔

۴۹ ایمان مرء لا یکون تکاملا حتّیٰ یریٰ ناسا بإبيل مثّلا

۵۰ فيكون مدحهم و ذمّهم سوا لم يخش لومة لائم فى ذى العلا
ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ بندے کے اس اعتقاد میں یہ جم نہ جائے کہ اس کے عمل کا لوگوں سے کوئی سروکار نہیں، بلکہ اس کے عمل کو چاہے لوگ دیکھیں یا اونٹ دیکھیں سب برابر رہے، جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو لوگوں کا اچھا یا برا کہنا برابر ہو گا اور سالک اپنی عبادت میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں رکھے گا۔

۵۱ عمل لاجل الناس شرك تركه للناس ذاك هو الرّياء سبهُلا
لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنا شرک ہے، ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ترک کر دینا ریا ہے اور ایسا شخص بڑا لاپرواہ ہے۔

۵۲ لا تطلبن عند المهيمن منزلة إن كنت تطلب عند ناس منزلا
اگر تجھے لوگوں سے قدر ومنزلت کی آس ہے تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ سے منزلت کی آس چھوڑ دے۔

۵۳ لا تصحبن من كان اهل بطالة و تساهل فى الدين ذاك هو البلا
(آٹھویں وصیت) اے طالب آخرت! بد عملوں اور دین میں نرمی برتنے والوں کی صحبت سے دور رہ اس لیے کہ ان کی صحبت بلا ہے۔

۵۴ و العزلة الاولىٰ إذا فسد الزمن أو خاف من فتن بدين مبتلى

۵۵ و كذا إذا خاف الوقوع بشبهة أو فى حرام أو لذالك مماثلا
فسادِ زمانہ، دین میں فتنہ پڑنے کے اندیشے کے وقت اور جب یہ خوف ہو کہ حرام یا شبہہ

میں گرفتار ہو گا تو تیرے لیے عزلت یعنی گوشہ نشینی بہتر ہے۔

۵۶ و الإختلاط بنا سیا فی جمعهم و جماعة أو نحو ذلك فضِّلا
۵۷ هٰذا لمن بالعرف يقدر يأمرا و عن المناكر قد نهى متحمِّلا
۵۸ صبرا على كل الأذىٰ لا يغلب فی ظنه عصيانه بمحافلا

جمعہ، جماعت وغیرہ (عیادت وجنازہ) میں شرکت کے لیے لوگوں سے اختلاط رکھنا گوشہ نشینی سے افضل ہے۔ یہ افضلیت ان لوگوں کے لیے ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں جو مصائب وآلام آئیں انھیں برداشت کر سکتے ہوں اور انھیں ظن غالب ہو کہ عوام الناس کی محفلوں میں ارتکاب معصیت نہیں کریں گے۔

۵۹ لٰكن يقول البعض من متأخر ال فضلاء عزلة ذا الزمان مفضلا
۶۰ إذ نادر حقا خلوّ محافلا عن حوبة فانظر لنفسك عاقلا
۶۱ كل المعاصی كالرّياء و كغيبة أو نحو ذٰلك بإختلاطك حصلا

لیکن بعض متأخرین فضلا، (سفیان ثوری، ابراھیم بن ادھم وغیرھما رحمہما اللہ) نے فرمایا ہے کہ اس زمانے میں عزلت ہی افضل ہے اس لیے کہ عوام الناس کی محفلوں میں بیٹھیں اور گناہ نہ ہو ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے جب کہ اگر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ ریا اور غیبت وغیرہ جیسے گناہ کا ارتکاب عوام الناس کی محفلوں میں ضرور ہوتا ہے۔

۶۲ و اصرف إلى الطاعات وقتك كلّه لا تتركن وقتا سدى متساهلا

(نویں وصیت) (حفظ الاوقات) اپنے تمام اوقات طاعت وعبادت میں اور کوئی بھی وقت ضائع نہ کرو۔

۶۳ و تصير أوقات المباح بنية مصروفة فی الخير فاصح بلا ائتلا

مباح اوقات میں اگر یہ نیت کر لی جائے کہ اسے نیک کاموں میں خرچ کریں گے تو وہ بھی طاعت میں شمار ہوتے ہیں۔ لہٰذا جاننے کے بعد اب ہوشیار رہنا اور اچھی نیتیں کرتے رہنا۔

۶۴ وزع بعون الله وقتك و اصرفن كلا بما هو لائق متبتّلا

اللہ کی مدد سے اپنے اوقات الگ الگ حصوں میں بانٹ لو اور ہر حصے کے لیے مناسب اوراد و وظائف مقرر کر کے اللہ سے لو لگا لو۔

۶۵ فإذا بدا فجر فصلّ تخشّعا متدبّرا القراءة و مكمّلا

جب فجر کا وقت ہو تو خشوع و خضوع اور فرائض و آداب کے ساتھ فجر ادا کرو اس طرح کہ تلاوت تدبر کے ساتھ ہو۔

۶۶ و اجهد لتحضر فی صلاتك قلبك جهدا بليغا کی تنال فضائلا

پوری کوشش ہو کہ نماز میں دل حاضر رہے تا کہ نماز کی فضیلتیں ملیں۔

۶۷ لا تنس أن الله ناظر قلبك و حضوره و شهوده لك فإيجلا

یہ مت بھولو کہ تمھارا رب تمھارے دل کو دیکھ رہا ہے، بلکہ وہ تمھارے پاس ہے اور تمھیں دیکھ رہا ہے اس لیے تم اس بات سے ڈرو کہ رب کے سامنے ہو کر بھی تمھارا دل کہیں اور ہو۔

۶۸ لا تتركنّ جماعة قد فضّلت بالسبع و العشرين من فضل علا

۶۹ و لم التعلّم أن تكن تتساهلا فی مثل هٰذا الرّبح أخسر أجهلا

ہر گز ہر گز جماعت ترک نہ کرو؛ اس لیے کہ جماعت سے ادا کی گئی نماز تنہا نماز سے ۲۷ر درجہ افضل ہے۔ اب یہ فائدہ معلوم ہونے کے بعد بھی اگر آپ نادانی کریں اور گھاٹے میں رہیں (جماعت چھوڑ کر) تو پھر علم حاصل ہی کیوں کرتے ہیں؟

۷۰ ثمّ اشتغل بالورد لا تتكلّمن مستقبلا و مراقبا و مهلّلا

۷۱ بطريقة معهودة لمشايخ لترىٰ بها نارا و نورا حاصلا

۷۲ فيضیء وجه القلب بالنّور الجلی و يصير مذموم الطبائع زائلا

۷۳ فتصير أهلا للمشاهدة التی هی نعمة عظمیٰ فصر متأهلا

نماز فجر کے بعد کسی سے بات چیت نہ کریں، قبلہ رو ہو جائیں اور اپنے اپنے مشائخ کے مطابق ذکر و مراقبہ میں مصروف ہو جائیں۔ ایسا کرتے رہنے سے ایسا نور حاصل ہو گا جس سے قلب جگمگا اٹھے گا اور ایسی آگ ملے گی جو بری خصلتوں کو جلا کر خاکستر کر دے گی (یعنی تصفیہ و تزکیہ کی دولت مل جائے گی) تصفیہ و تزکیہ کے بعد آپ تجلیات حق کا مشاہدہ کرنے

لگیں گے جو کہ بہت عظیم نعمت ہے۔ لہٰذا یہ نعمت عظمیٰ حاصل کرنے کے لیے کمرِ ہمت کس لیں۔

۷۴ حتّیٰ إذا شمس بدت کرمیحنا صلّی الإشراق و قرآنا تلا

۷۵ حزبا فأکثر باتّعاظ مع أدب و حضور قلب خاشعا و مرتلا

پھر جب سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے (یعنی ۲۰؍منٹ ہو جائیں) تو نماز اشراق پڑھیں اور عادت کے مطابق بتدبر، حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

۷۶ و دواء قلب خمسة فتلاوة بتدبّر المعنیٰ و للبطن الخلا

۷۷ و قیام لیل و التضرّع بالسحر و مجالسات الصالحین الفضلا

دل کا علاج پانچ چیزیں ہیں: (ا) غور و فکر سے قرآن پاک کی تلاوت (۲) بھوکا رہنا (۳) قیام اللیل (۴) صبح کے وقت آہ وزاری (۵) صالحین کی مجالست (یعنی اٹھنا بیٹھنا)

۷۸ و لقارئ و لحافظ یتخلّق بمحاسن الشیم الرّضیّة مکمّلا

قرّا اور حفاظ کے لیے ضروری ہے وہ (قرآن و سنت کے بیان کردہ) اچھی اور پسندیدہ خصلتوں سے کامل طور پر متصف ہوں۔

۷۹ کزھادة الدنیا کذا ترك مبا لاة بها و بأهلها متقلّلا

(وہ خصلتیں یہ ہیں) (ا) دنیا کی محبت دل سے نکال کر دنیا اور اہل دنیا سے الگ ہو جاؤ اور دنیا سے کم سے کم پر قناعت کرو۔

۸۰ و کذا السخا و الجود ثمّ مکارلم ال أخلاق ثمّ طلاقة لا خاتلا

(۲) جود وسخا (۳) اچھے اخلاق (۴) خندہ روئی ایسی کہ اس میں دکھاوا نہ ہو۔

۸۱ و الحلم ثمّ الصبر ثمّ تنزّہ عمّا دنا من مکسب متحمّلا

(۵) حلم اور بردباری (۶) صبر (۷) تمام گھٹیا پیشوں سے مکمل اجتناب۔

۸۲ و ملازمات للسّکینة و الورع و خشوعه و تواضع متکمّلا

(۸) طمانیت، ورع، انکساری اور تواضع اپنانا۔

۸۳ و لقصّ شاربه و تسريح اللّحى   و إزالة ظفرا و إبطا فافعلا
(۹) مونچھیں پست کرنا (۱۰) داڑھی رکھنا (۱۱) ناخن تراشا (۱۲) بغل کے بال صاف کرنا۔

۸۴ و إزالة الريح الكريهة و الوسخ   و ملابس مكروهة فتكمّلا
(۱۳) بدبو دور کرنا (۱۴) میل کچیل صاف کرنا (۱۵) ناپسندیدہ کپڑوں سے پرہیز کرنا۔

۸۵ و كذا اجتنابا للمضاحك لازمن   و كذاك إكثارا مزاحا زيّلا
(۱۶) بہت زیادہ ہنسنے سے بچنا (۱۷) زیادہ ہنسی مذاق سے پرہیز۔

۸۶ و ليحذرن عجبا رياء و الحسد   و الإحتقار لغيره بالإعتلا
(۱۸) عجب (۱۹) ریا (۲۰) حسد (۲۱) متکبرانہ دوسروں کو حقیر سمجھنے سے بچنا۔

۸۷ و استعمل المأثور من ذكر الدعاء   و كذاك تسبيح و تهليل جلا

۸۸ و يراقب المولى بسرّ و العلن   و على الإله بكلّ أمر عوّلا
(۲۲) حدیث پاک میں وارد دعاؤں اور تسبیح و تہلیل کی عادت بناؤ (۲۳) سراً اور علناً اللہ ہی کی طرف توجہ ہو اور سارے امور میں اسی پر بھروسا ہو۔

۸۹ ذا بعض أدب لقار و اطلبا   باق من التّبيان وانح مكمّلا
قرّاوحفاظ کے لیے یہ چند آداب بتائے گئے باقی ''تبیان'' سے اخذ کریں اور مکمل طور سے عامل بن جائیں۔

۹۰ ثمّ الضحى صلّ و لا تدع الفكر   بهجوم موت و التحسّر و البلا

۹۱ عمل بلا ذكر المنيّة لا أثر   و بذكرها حقا كضرب معاولا
پھر چاشت کی نماز پڑھیں اور ہمیشہ موت، عمر برباد کردہ اور قبر وحشر کی آزمائشوں کے بارے میں سوچتے رہیں، اس لیے کہ موت کو یاد کیے بغیر کسی عمل کا کوئی اثر نہیں اور جس عمل میں موت کی یاد شامل ہو وہ ایسے ہے جیسے اس پر پھاوڑا مار دیا گیا ہو (یعنی قبول ہو جاتا ہے)

۹۲ ثمّ اشتغل بالعلم أو بعبادة   أو بالمعيشة و اخترنّ الأفضلا
پھر علم، عبادت اور معیشت میں سے چاہے جس میں لگو مگر تینوں میں جو افضل ہو اسے چنو۔

۹۳ فلعالم فضل على من يعبد   فضل بدور على الكوكب فى الجلا
۹۴ إن الإله و أهل كلّ سمائه   و الأرض حتّى الحوت مع نمل الفلا
۹۵ كلّ يصلّى يا حبيب على الذى   قد علم الخير الأناس محصّلا

(اور وہ علم ہے اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے) عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تاروں پر۔ بیشک زمین وآسمان والے، بلکہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگلوں میں شہد کی مکھیاں بھی اس شخص کے لیے دعا کرتی ہیں جو علم حاصل کر کے لوگوں کو خیر کی تعلیم دے۔

۹۶ من فى طريق للتّعلّم يسلك   فالى الجنان له طريق سهلا

جو طلب علم کے لیے ایک قدم بھی چلتا ہے اس کے لیے جنت کا ایک قدم آسان کر دیا جاتا ہے۔

۹۷ و ملائك تضع الجناح له إذا   يسعىٰ رضا ببرامه متقبّلا

ملائکہ کرام خوشی میں اس شخص کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں جو علم سیکھنے کے لیے معلم کے پاس جاتا ہے۔

۹۸ و تعلّم للباب من علم له   فضل على مئة الرّكيعة نافلا

علم کا ایک باب پڑھنا سو رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

۹۹ هٰذا قصد الإله و آخره   بالعلم إلاّ فالهلاك تحصّلا

مذکورہ فضیلتیں اس کے لیے ہیں کہ تحصیل علم سے جس کا مقصد رضائے الٰہی اور ثواب آخرت ہو، ورنہ اگر دوسری نیت ہو تو ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

۱۰۰ و ليحرمن عرف الجنان الفاخرة   و ليسقطن فى درك نار نازلا

تحصیل علم سے بری نیت رکھنے والا تو جنت کیا جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، بلکہ اسے تو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

۱۰۱ رجل به يؤتى غدا يلقى به   فى النار تخرج منه أمعاء جلا
۱۰۲ فبها يدور كما يدور حمارنا   برحاه تطحن كالحصيد تذللا

۱۰۳ فيجيء من فى النار يسأله اما قد كنت تأمرنا و تنهى مقبلا

۱۰۴ فيقول يا قومى بلا لكننى ما كنت بالعلم المكرّم عاملا

قیامت کے دن ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس کی انتڑیاں باہر نکلی ہوں گی، انھیں گھسیٹتے ہوئے وہ جہنم میں ایسے چکر لگائے گا جیسے کولہو کا بیل چکر لگاتا ہے، اس کی یہ حالت دیکھ کر دوزخی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: کیا تو ہمیں نیکیوں کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائیوں سے نہیں روکتا تھا؟ اس پر وہ کہے گا: کیوں نہیں، میں تمھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتا تھا، مگر خود علم مکرم پر عمل نہیں کرتا تھا۔

۱۰۵ يعصى إمرء قد رام غير إلٰهه و ثواب أخرى بالتعلّم غافلا

تحصیل علم سے جس کا مقصد رضائے الٰہی یا ثواب آخرت نہ ہو تو وہ گنہگار اور فوائد علم سے غافل ہے۔

۱۰۶ حرم عليه جراية المتفقهه إلاّ بعلم نافع متشاغلا

ایسا عالم کہ تحصیل علم سے جس کی نیت رضائے الٰہی نہ ہو اسے طلبہ کی تعلیم کے لیے اجرت دینا ناجائز ہے اور اسے لینا بھی ناجائز ہے، بلکہ اجرت اس کے لیے حلال ہے جس نے رضائے الٰہی کے لیے علم حاصل کیا ہو۔

۱۰۷ و كذا يعصى من يعلّم ذلك إلاّ لعلم نافع لا جاهلا

معلم کو اگر طالب علم کی بری نیت کا علم ہو (یعنی تحصیل علم سے اس کا مقصد رضائے الٰہی نہیں ہے) تو وہ بھی گنہگار ہو گا، مگر انجان ہے تو گنہگار نہیں ہو گا۔

۱۰۸ فإذا رأى متعلّما يكبوا على الشّهوات متبعا هواه معاملا

۱۰۹ متكلبا أيضا على روم الدنا من غير منهاج مباح قائلا

۱۱۰ أو قد تعاطى علم فرض كفاية من قبل فرض العين علما و ابتلا

۱۱۱ فلقد تبيّن من قرائن حاله قصد لغير الله فيه تغلغلا

اگر طالب علم نفسانی خواہشات کا متبع، دنیا کا دل داہ اور اسے غیر شرعی طریقے سے حاصل کرنے والا، ضعیف الرائے ہو اور وہ علوم جو فرض عین ہیں انھیں چھوڑ کر فرض کفایہ کی

تحصیل کرے یا اپنے علم پر عامل نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ رضائے الٰہی کا طالب نہیں، بلکہ طالب دنیا ہے۔

۱۱۲ و كذا إذا ترك الصلاة جماعة   من غير عذر بل بأن يتكاسلا
اگر بلا عذر شرعی محض سستی کی بنا پر جماعت ترک کرے تب بھی وہ طالب آخرت نہیں ،بلکہ طالب دنیا ہی ہے۔

۱۱۳ و كذاك ترك للرواتب والسنن   و إن أكدت فاعلمه و اصح تبتّلا
ایسے ہی اگر رواتب اور سنت مؤکدہ کا تارک ہو تب بھی وہ طالب دنیا ہے۔ پس اے طالب علم! ان علامتوں میں سے اگر کوئی علامت تیرے اندر رہے تو اسے چھوڑ دے اور اللہ کی طرف لو لگائے۔

۱۱۴ و لعالم الاخرى علامة ترى   لا يطلب الدنيا بعلم مسائلا
۱۱۵ و لذلك آيات تكون كثيرة   أن لا يخالف قوله ما يفعلا
۱۱۶ و يكون بالمأمور أول عامل   و عن الذى ينهى تجتنب أولا
عالم آخرت کی چند علامتیں ہیں: (۱) اپنے علم کے ذریعہ دنیا طلب نہ کرے۔
(۲) اس کا قول اس کے فعل کے مخالف نہ ہو یعنی جو حکم دے پہلے خود اس پر عمل کرے اور جس سے منع کرے پہلے خود اس سے رکے۔

۱۷ و يكون معتنيا بعلم أرغبا   فى طاعة ناه عن الدنيا اجتلا
۱۱۸ متوقيا علما يكون مكثرا   قيلا و قالا و الجدال المسولا
(۳) اس علم کی طرف متوجہ ہو جو طاعت کی ترغیب دے اور طلب دنیا سے روکے اور اس علم سے بچے جس میں بہت زیادہ قیل و قال ہو (یعنی فضول باتیں ہوں) اسی طرح اس علم سے بھی بچے جو جدال وقتال کا سبب ہو۔

۱۱۹ و يكون مجتنبا ترفّه مطعم   و بمسكن و اثاث ذاك تجملا
۱۲۰ و تنعّما و تزينا بلباسه   و إلى القناعة و التقلل مائلا
(۴) کھان پان، رہن سہن اور مال و دولت میں عیش پسند نہ ہو اور پہننے اوڑھنے میں ناز و

نخرے اور زیب وزینت سے احتراز کر کے قناعت اور کم سے کم پر اکتفا کرنے والا ہو۔

۱۲۱ و يكون منقبضا عن السلطان ذا أن لا يكون عليه يوما داخلا

۱۲۲ إلاّ لنصح أو لدفع مظالم أو للشفاعة فى المراضى فادخلا

(۵) سلطان اور اہل اقتدار کے پاس جانے سے احتراز کرے، مگر جب کہ نصیحت کرنے، ظلم کا سد باب کرنے یا کسی کی جائز سفارش کی غرض سے جائے تو جائز ہے۔

۱۲۳ و إلى الفتاوىٰ لا يكون مسارعا و يقول أسأل من يكون تأهّلا

۱۲۴ و أبى إجتهادا لا يكون تعيّنا و يقول لاأدرى إذا لم يسهلا

(۶) فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ یہ کہہ دے کہ کسی اور سے پوچھ لیں جو اہل ہیں، اگر مسئلہ ٹھیک سے پتا نہیں اور دوسرے مفتی کو پتا ہے تو اجتہاد نہ کرے اور اگر معلوم نہیں ہے تو لاأدری کہہ دے یعنی میں نہیں جانتا۔

۱۲۵ و يكون يقصد بالعلوم و جوده لسعادة العقبىٰ العظيمة نائلا

۱۲۶ فيكون مهتما بعلم الباطن و رقاب قلب للسياسة فاعلا

۱۲۷ متوقعا لطريق علم الآخرة مما يكون من المجاهدة انجلا

(۷) وہ علوم حاصل کرے جن سے آخرت کی سعادت ملے (یعنی علم باطن) علم باطن کی تحصیل کا خوب اہتمام کرے اور دل کی تربیت کے لیے مراقبہ کرے اور مجاہدات کے ذریعہ آخرت کے راستوں کے کھلنے کی امید رکھے اس لیے کہ مجاہدہ مکاشفہ تک پہنچاتا ہے۔

۱۲۸ و يكون معتمدا علىٰ تقليده لشريعة و علىٰ بصيرته الجلا

(۸) شریعت کی تقلید اور اپنی روشن بصیرت میں پر اعتماد ہو۔

۱۲۹ و أئمة كالشافعى و نحوه كانوا علىٰ ستّ خصال كمّلا

۱۳۰ زهد صلاح و العبادة علمهم بعلوم عقبىٰ نافعات للملا

۱۳۱ و كذا الفقاهة فى مصالح ديننا و واردة يتفقّه ربّ العلا

ائمۂ فقہ مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل وغیرھم رحمہم اللہ میں درج ذیل چھ صفات کاملاً پائی جاتی تھیں: (۱) زہد (۲) صلاح (۳) عبادت (۴) آخرت کا

علم جو خلق کے لیے نافع ہو (۵) خلق کے دنیاوی مسائل حل کرنے کا علم (٦) حصول علم کا مقصد رضائے الٰہی۔

۱۳۲ فقهاءنا قد تابعوا فی فقههم لا غير فاتبع للجميع لتفضلا
ہمارے فقہا نے ائمہ کی صرف ایک چیز (فقہ) میں تقلید کی مگر آپ ان کی سبھی چیزوں میں پیروی کریں تاکہ دونوں جہاں کی فضیلت ہاتھ آئے۔

۱۳۳ فتعلّمن لله علما نافعا إن كنت تطلب ملك دارين اعتلا
صرف اللہ کی رضا کے لیے علم نافع حاصل کرو، اگر تمھیں دنیا و آخرت کی بھلائی درکار ہے۔

۱۳۴ تعليمه لله خير عبادة و خلافة و وراثة فتوسّلا
محض رضائے الٰہی کے لیے علم نافع کی تعلیم دینا بہتر عبادت اور دراصل اللہ کی خلافت اور رسول اکرم ﷺ کی وراثت کی پاسداری کرنا ہے۔ لہٰذا ایسے علم کو عام کر کے اللہ ورسول ﷺ سے اپنا رشتہ مضبوط کر لو۔

۱۳۵ وجّه كلام القوم غير مخطئ و معلّما وقّر و لست مجادلا
جب صوفیہ کرام کی عبارتیں پڑھو تو ان کے کلام کی بہترین توجیہ کرو اور غلط کہنے سے بچو، بلکہ ان کی عبارتوں کی تعظیم و توقیر کرو اور ان پر اعتراض کرنے سے بچو (اس لیے کہ سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے) استاذ کی تعظیم کرو، ان سے بحثیں نہ لڑاؤ۔

۱۳٦ و استفسر الأستاذ و اترك مابدا لبديه فهمك من كتاب واسألا
کسی کتاب میں اگر کوئی شبہ درپیش ہو تو استاذ سے رجوع کر کے ان سے پوچھو اور اپنی سمجھ پر اکتفا نہ کرو۔

۱۳۷ قابل كتاب قبل وقت مطالعة بصحيح كتب واضح قد عوّلا
مطالعہ سے پہلے کتاب کو اس نسخہ سے ملا لو جو مستند علما کی تصحیح کے ساتھ شائع ہوئی ہو۔

۱۳۸ طالع مرارا متنه قبل الشرح فإنّه أولى و أحسن موئلا

۱۳۹ و لفهم سطر من متون أحسن من عشر أسطر من شروح فاقبلا

شروحات پڑھنے سے پہلے اصل متن کا کئی بار مطالعہ کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو؛ اس لیے کہ متن پڑھ کر خود ایک سطر سمجھ لینا شرح سے دس سطر سمجھنے سے بہتر ہے۔ لہٰذا اس نصیحت کو گانٹھ بنالو۔

۱۴۰ و ابدأ بفرض العين ثمّ اعمل به ثمّ الكتاب فسنّة مترتّلا
سب سے پہلے وہ علوم حاصل کریں جو فرض عین ہیں (جیسے علم عقائد اور حلال و حرام کا علم) پھر ان پر عمل کریں۔ اس کے بعد کتاب وسنت کے وہ علوم جو فرض کفایہ ہیں درجہ بدرجہ حاصل کریں۔

۱۴۱ و اتبع بعلم الفقه ثمّ أصوله ثمّ البواق راع تدريجا بلا
پھر علم فقہ، پھر اصول فقہ، اس کے بعد باقی علوم حاصل کریں، مگر بتدریج یہ جانتے ہوئے کہ ان میں کون زیادہ اہم ہے اور کون کم اہم ہے۔

۱۴۲ و علوم أدب ثمانية لغة صرف و نحو والمعاني المفضلا
۱۴۳ و كذا بيان و البديع و قافية و كذا عروض فاطلبنها مجملا
۱۴۴ و فروعها إنشاء نثر و النظام و محاضرات والخطوط فأجملا
(یہ باقی علوم کا بیان ہو رہا ہے) عربی ادب کے آٹھ ارکان ہیں: (۱)لغت (۲)علم صرف (۳)علم نحو (۴)علم معانی (۵) علم بیان (۶)علم بدیع (۷)علم قافیہ (۸)علم عروض۔
عربی ادب کے فروع ہیں: (۱)انشاے نثر (۲)انشاے نظم (۳)محاضرات (تاریخ دانی) (۴)انشا پردازی (خطوط نویسی) آتے ہیں لہٰذا ان کا اجمالی علم حاصل کرو۔

۱۴۵ لا تغترر بوقوع أهل زماننا فى منطق ثمّ الكلام توغلا
ہمارے معاصرین کی طرح (مناطقہ و فلاسفہ کی گمراہیوں سے مختلط) علم منطق و کلام حاصل کرکے اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں۔

۱۴۶ طالع أخي إحيا غزاليّ تنل فيه الشّفا من كلّ داء أعضلا
اے میرے بھائی! حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم کا مطالعہ کرتے رہیں اس میں آپ کو ہر لاعلاج بیماری کا شافی علاج ملے گا۔

۱۴۷ کل بعد ذٰلك من حلال لا شبه مالا یذمّ الشرع ذٰلك حلّلا
(نماز چاشت پڑھنے کے بعد علم حاصل کرنے کی ترغیب دلائی اب رزق حلال کی ترغیب دلا رہے ہیں) اس کے بعد وہ حلال و طیب روزی کھائیں جس میں کوئی شبہہ نہ ہو، جان لو کہ شرع نے جس کو برا نہیں کہا وہ حلال ہے۔

۱۴۸ لا شیء أنفع من تقلّل أکله و شرابه للجسم و الدین اعتلا
۱۴۹ آفات شبع ثقل جسم قسوۃ ال قلب الإزالة فطنة متململا
۱۵۰ تضعیف جسم عن عبادۃ ربه جلْب لنوم فاحذرنه و عبهلا
کم کھانا جسم اور دین دونوں کے لیے مفید ہے جب کہ زیادہ کھانے سے (۱)وزن بڑھتا ہے (۲)دل سخت ہوتا ہے (۳)ذہن کمزور ہوتا ہے (۴)حافظہ بگڑ جاتا ہے (۵)جسم عبادت اور علم کے قابل نہیں رہتا ہے (۶)نیند زیادہ آتی ہے۔

۱۵۱ قل بعد ذٰلك للشهار لطالعة ثمّ انتبه قبل الزوال تسلّلا
۱۵۲ و الظهر صلّ جماعة مع سنة ثمّ اشتغل بالخیر مما قد خلا
پھر رات میں جاگ کر عبادت کرنے کی نیت سے قیلولہ کریں اور زوال سے ٹھیک پہلے بیدار ہو جائیں اور ظہر کی نماز باجماعت سنن و نوافل کی رعایت کے ساتھ ادا کریں۔ بعد ظہر عبادت و علم میں سے جس میں چاہیں مشغول ہوں۔

۱۵۳ فلطالب علما بعلم یشتغل و لعابد صلّ تلا أو هلّلا
۱۵۴ و کذا إلیٰ وقت الرقاد فواظبن جدّا علیٰ هٰذا و لا تك ذاهلا
۱۵۵ و کتاب أذکار النووی طالعن و اعمل بما فیه تنل خیرا جلا
طالب علم تعلیم و تعلم میں اور عابد نماز، تلاوت اور اذکار و اوراد میں مصروف رہے۔ یہی نظام الاوقات سونے تک بنائے رہے اور اس پر بزور مداومت برتے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الاذکار“ کا مطالعہ کریں اور اس پر عمل کریں؛ اس لیے کہ یہ باعث خیر و سعادت ہے۔

۱۵۶ لا تجلبن نوما و لا تك نائما إلاّ علیٰ ذکر و طهر کاملا

نیند آئے جبھی سوئیں اور جب بھی سوئیں طہارت پر سوئیں یعنی باوضو ہو کر اور اذکار وادعیہ پڑھتے پڑھتے سوئیں۔

۱۵۷ لا بأس إن ضاجعت زوجك لم تصر   فی غفلة و لا تلامس مسترسلا
اگر بیوی کے ساتھ سوئیں اور طہارت باقی نہ رہے تو یہ غفلت و سستی میں شامل نہیں ہے۔

۱۵۸ إذا انتبهت بليلة فتهجّدا   و استغفرن للمؤمنين و أعولا
رات میں اٹھ کر نوافل پڑھیں، مسلمانوں کے لیے استغفار کریں اور توبہ وزاری کریں۔

۱۵۹ فلركعتان من الصلاة بليلة   كنز بدار الخلد أدوم انبلا

۱۶۰ فاستكثرن من الكنوز لفاقة   تأتي عليك و لا نسيب و لاولا
دو رکعت تہجد جنت کا دائمی اور اشرف ترین خزانہ ہے۔ لہٰذا اس خزانے کو خوب کھچا کھچ بھر لو، اس دن کے لیے جس دن تمھیں ضرورت پڑے گی اور کوئی بھی رشتہ دار یا عزیز کام نہیں آئے گا (یعنی قیامت کے دن کے لیے ذخیرہ کر لو)

۱۶۱ و يفوت هٰذا بالكثير من اهتما   مك و اشتغالك بالدّنا متغافلا

۱۶۲ و حديث دنيا ثمّ لغو و اللغط   و كذا بإتعاب الجوارح و امتلا
تہجد کی نماز اکثر درج ذیل وجوہات کی بنا پر فوت ہوتی ہے:
(۱) دنیا داری میں مشغول ہونے (۲) آخرت سے غفلت برتنے (۳) دنیاوی باتوں میں پڑنے اور لغو وفضول بکنے سے اور (۴) دن میں مشقت کر کر کے جسم کو تھکا لینے سے۔

۱۶۳ و يعيّن تجديد الوضؤ و ذكركا   قبل الغروب مسبحا مستقيلا

۱۶۴ و عبادة بين العشاء و المغرب   ترك الكلام بعد ذٰلك غافلا
درج ذیل چیزیں اپنانے سے تہجد کی نماز مل جائے گی اور فوت نہیں ہو گی:
(۱) عشا کے بعد تازہ وضو کرنے (۲) غروب آفتاب سے پہلے قبلہ رو ہو کر تسبیح و استغفار پڑھنے (۳) مغرب و عشا کے مابین کا وقت عبادت میں گزارنے اور (۴) مذکورہ عبادت کے بعد کلام نہ کرنے سے۔

۱۶۵ واظب علیٰ هٰذا بقية عمركا و اقصر الآمال و جاهد تنبلا

دن سے لے کر رات تک اس نظام الاوقات کے مطابق اپنی بقیہ زندگی بسر کریں (اگر اس پر مداومت دشوار ہو تو صبر کریں جیسے مریض دوا کی کڑواہٹ پر صبر کرتا ہے) اپنی آرزوئیں کم کرلیں اور نفس امارہ پر مجاہدہ کریں۔ اگر آپ نے ایسا کرلیا تو رفع درجات کے شرف سے مشرف ہوں گے۔

تذکرہ (نصیحت)

۱۶۶ من لا له شغل بدنيا تاركا دنيا لهم ما بال ذٰلك يبطلا

۱۶۷ فبخدمة الرّب العلى تنعّما بصلاته و تلاوة متشاغلا

۱۶۸ و إذا السامة فى الصلاة تعرضت فاتل القرآن برهبة متأملا

۱۶۹ و إذا سئمت تلاوة فانزل إلىٰ ذكر بقلب و اللسان مكمّلا

۱۷۰ ثمّ اذكرن بالقلب هو مراقبة لا تشتغل بحديث نفس مهملا

۱۷۱ فحديث نفس كالكلام بألسن يقسوبه قلب فلا تك غفلا

جو دنیا داری سے فارغ ہو اور اسے اہل دنیا کے حوالے کر چکا ہو اس کی شان یہ نہیں کہ عبادت گزار نہ ہو، بلکہ اسے چاہیے کہ نماز و تلاوت کے ذریعہ عبادت الٰہی کی نعمت سے اپنے نامۂ اعمال کو سجالے۔ جب نماز کی لذت کم محسوس ہونے لگے تو کچھ دیر غور و فکر کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کر لو۔ پھر جب تلاوت کی لذت کم ہونے لگے تو قلب و لسان سے ذکر کرنے لگو، پھر مراقبہ کرو اور کبھی بھی اپنے نفس کے بہکاوے میں آکر عبادت نہ چھوڑو؛ اس لیے کہ نفس کی بات بالکل ویسے ہی ہے جیسے زبان کی بات، اس سے بھی دل سخت ہوتا ہے، لہٰذا حدیث نفس سے غافل نہ رہو۔

چند اہم باتیں

۱۷۲ قد أجمع العرّاف جلّهم علىٰ أنّ أفضل الطاعات لله العلا

۱۷۳ حفظ لانفس يكون خروجها و دخولها بالله الملاء الخلا

۱۷۴ بالشد ثمّ المدّ تحت ثمّ فو ق صفح له مع برزخ فاستکملا

۱۷۵ أو ذکر تهلیل و ذا الذکر الخفی من غیر تحریك الشفاه تداولا

عرفا کا اس بات پر اجماع ہے کہ حفظ انفاس اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے افضل عبادت ہے یعنی جلوت و خلوت میں کوئی بھی سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہ ہو۔

حفظ انفاس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ 'اللہ' شد و مد کے ساتھ اللہ کی صفات کے ساتھ کہ وہ بصیر ہے، قدیر ہے، مرید ہے، سمیع ہے ناف سے لے کر دماغ تک کھینچے اور برزخ شیخ کو بھی اس میں شامل رکھے اور ذکر کے تمام آداب ملحوظ رکھے۔

حفظ انفاس کا دوسرا طریقہ ذکر نفی واثبات یعنی لا إله إلا الله کا بھی ہے۔ کثرت سے ذکر خفی کریں وہ اس طور پر کہ ہونٹ نہ ملے۔

۱۷۶ من لم یکن فی بدء أمر جاهدا لم یبق من هٰذه الطریقة خردلا

جو سلوک کے ابتدائی مراحل میں اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرے گا اسے تصوف و روحانیت سے رائی کے برابر بھی حصہ نہیں ملے گا۔

۱۷۷ و کذاك معرفة تخصّ علیّة فی غالب من غیرها لن تحصلا

اس طرح معرفت علیا مخصوصہ بھی اغلب یہ ہے کہ مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے۔

۱۷۸ و جهاد نفس أن تزکی من رذا ئلها و تحلیة بنور فضائلا

نفس سے مجاہدہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو رذائل سے پاک کر کے فضائل کے نور سے مزین کر دیں۔

۱۷۹ و العارفون بربّهم هم أفضل من أهل فرع و الأصول تکمّلا

اہل معرفت اصول و فروع کا کامل علم رکھنے والے علما (فقہا و اصولیین) سے افضل ہیں۔

۱۸۰ فلرکعة من عارف هی أفضل من الفها من عالم فتقبّلا

عارفین کی ایک رکعت غیر عارفین علما کی ہزار رکعتوں سے افضل ہے؛ لہٰذا میری اس بات کو تسلیم کر لیں۔

۱۸۱ قال الإمام السهروردی قدّسا و المقصد الاقصیٰ المشاهدة العلا

حضرت امام شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کا اصل مقصد بصیرت سے رب کا مشاہدہ کرنا ہے۔

۱۸۲ فليكثر العبد التلاوة مكثرا ذكرا بطيب كلمة متبتّلا
۱۸۳ و ليجتهد بوطاء قلب نطقه حتّٰى يصير بقلبه متأصلا
۱۸۴ و مزيلة لحديث نفس كي ينو ر القلب للحال العلية نائلا
۱۸۵ و يفيض نور القلب للقالب فذا بمحاسن الأعمال منه تسوّلا
۱۸۶ و يصير حقا ذكر ذات ذكره هٰذه المشاهدة الشريعة حصّلا

سالک کو مشاہدہ کی منزل تک پہنچنے کے لیے درج ذیل امور کا پابند ہونا چاہیے: (۱) کثرت تلاوت (۲) بغیر کسی فتور کے کلمہ طیبہ کا ورد جو اللہ کی یاد کے ساتھ ہو (۳) کلمہ طیبہ کو خوب دل پر زور دے کر نکالے تاکہ دل میں جڑ پکڑ لے (۴) حدیث نفس کو ختم کرے تاکہ منور ہو اور اعلیٰ کمالات کو جذب کر لے، پھر تو دل کا نور جسم پر پڑ کر جسم کو سنوارنے لگے گا اور سالک اعمال حسنہ کرنے لگے گا۔ اس منزل پر پہنچ کر صحیح معنوں میں بندے کا ذکر ذکر ذات بن جائے گا اور مشاہدہ کی دولت ہاتھ لگے گی۔

۱۸۷ هٰذا الذي أوصى الشيوخ الكمّل الله وفّقنا له متفضّلا

مشائخ کاملین نے اپنے متبعین کو انھیں امور کی وصیت کی ہے، اللہ اپنے فضل سے ہمیں ان کی توفیق دے۔

۱۸۸ و الحمد للباقي الرؤف مصلّيا أعلى الصلاة على الرّسول محوقلا

حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو باقی اور رؤف ہے اور اعلیٰ درود رسول اکرم ﷺ پر اور آخر میں لاحول ولا قوۃ إلا باللہ پڑھتے ہوئے یہ قصیدہ ختم کر رہا ہوں۔